# غریب پرور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غریب نوازیوں کا فکر انگیز بیان)

نور الزماں نوری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

# غریب پرور رسول ﷺ

﴿حضور نبی اکرم ﷺ کی غریب نوازیوں کا فکر انگیز بیان﴾


نورُ الزماں نوری

ایم ۔اے (اسلامیات، سیاسیات، عربی) ایل ایل۔بی

فاضل دی منہاج یونیورسٹی، لاہور



مِنہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365- ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 7237695

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

﴿جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں﴾


| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | غریب پرور رسول ﷺ |
| مؤلف | : | علامہ نور الزمان نوری |
| تحقیق و تخریج | : | محمد ضیاء الحق رازی (ریسرچ اسکالر FMRi) |
| پروف ریڈنگ | : | حدیبیہ صدف قادری (منہاجین)، ایم ۔اے |
| کمپوزنگ | : | محمد نواز قادری (منہاجین)، حافظ عبد الرؤف |
| مطبع | : | منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور |
| اِشاعتِ اَوّل | : | اکتوبر 2006ء |
| تعداد | : | 1,100 |
| قیمت | : | 100 روپے |


**ملنے کے پتے:**

۱۔ مرکزی سیل سنٹر ادارہ منہاج القرآن 365 ایم، ماڈل ٹاؤن، لاہور

۲۔ مکتبہ نوریہ رضویہ، گنج بخش روڈ لاہور ۳۔ مکتبہ سلطانیہ محمد پورہ فیصل آباد

۴۔ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۵۔ مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

وَکُلُّھُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللهِ مُلْتَمِسٌ

غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ أَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

﴿صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ﴾

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ہ

وَ وَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰى ○ فَاَمَّا الۡيَتِيۡمَ

فَلَا تَقۡهَرۡ ○ وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ ○

(القرآن، الضحیٰ، ۹۳:۸تا۱۰)

”اور اس نے آپ کو (جواد و کریم) پایا تو اس نے (آپ کے ذریعے) محتاجوں کو غنی کر دیا۔ سو آپ بھی کسی یتیم پر سختی نہ فرمائیں اور (اپنے در کے) کسی منگتے کو نہ جھڑکیں۔“

(عرفان القرآن)

## دعاءِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِی مِسْکِیْناً وَّ اَمِتْنِی مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِی فِی زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ یَومَ الْقِیَامَۃ.

(ترمذی، الجامع کتاب الزہد، ۴:۵۷۷، رقم ۲۳۵۲)

”اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، مسکینی کی حالت میں وفات دے اور قیامت کے دن مساکین کے گروہ میں میرا حشر فرما۔“

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثَمَالُ الْيَتٰمیٰ، عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

(حضرت ابو طالب)

وہ گورے مکھڑے والا
جس کے روئے زیبا کے واسطہ سے
ابرِ رحمت کی دعائیں مانگی جاتی ہیں،
وہ۔ یتیموں کا سہارا
وہ۔ بیواؤں اور مسکینوں
کا سرپرست

❀❀❀

جو غمگُسار ہے نادار اور غریبوں کا
وہ قدسیوں میں بھی عالی مقام رہتا ہے

# فہرست عنوانات

## آئینہ کتاب


| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۞ | انتساب | ۱۳ |
| ۞ | پیشِ لفظ | ۱۵ |
| ۞ | تقدیم (ڈاکٹر ظہور احمد اظہر) | ۱۸ |
| ۞ | تقاریظ (مفتی عبدالقیوم ہزاروی، ڈاکٹر کرامت اللہ، احمد نواز انجم،) | ۲۰ |
| ۞ | غریب پرور رسول ﷺ۔ ایک منفرد تالیف (علامہ محمد الیاس اعظمی) | ۲۴ |
| | باب اول: | |
| ۞ | حضور ﷺ کا دین اسلام اور غرباء کا مقام | ۲۵ |
| ۱ | اِنسانی تخلیق کا مقصد اور تصور عبادت | ۲۹ |
| ۲ | یہی ہے عبادت، یہی دین و ایماں کہ...... | ۳۲ |
| ۳ | دینِ اسلام میں غرباء و مساکین سے ہمدردی کی اہمیت و فضیلت | ۳۵ |

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
| --- | --- | --- |
| ۴ | بارگاہِ ربوبیت میں غرباء و مساکینِ امت کی قدر و منزلت | ۳۹ |
| ۵ | بارگاہِ رسالت ﷺ میں فقراء و مساکین کا مقام | ۴۵ |
| ۶ | زندہ ملتِ بیضا ہے غرباء کے دم سے | ۴۹ |
| ۷ | تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر (ایک اصولی بات) | ۵۱ |
| | باب دوم: | |
| | حضور ﷺ کی غریب پرور تعلیمات | ۵۵ |
| ۸ | یتیموں کی کفالت پر عظیم بشارت نبوی | ۵۷ |
| ۹ | یتیم کے سر پر دست شفقت رکھنے کا بے مثال اجر | ۶۰ |
| ۱۰ | غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب | ۶۱ |
| ۱۱ | حدیث ''ایمان اور اپنے بھائی کے لئے پسند'' کی دو صورتیں | ۶۴ |
| ۱۲ | نفلی حج و عمرہ یا مساکین سے مالی ہمدردی (امام غزالیؒ کے نزدیک) | ۱۸ |
| ۱۳ | خدام اور غلاموں سے حسنِ سلوک | ۷۱ |
| ۱۴ | وصال کے وقت بھی نماز اور غلاموں کی فکر | ۷۵ |
| ۱۵ | ''مزدور کی مزدوری، پسینہ خشک ہونے سے پہلے۔'' ایک غریب پرور نظریہ | ۷۷ |
| ۱۶ | غریب مقروض سے نرمی کی ترغیب | ۸۲ |
| ۱۷ | فقراء کی محبت جنت کی چابی ہے | ۸۳ |
| ۱۸ | دولت، برادری اور رنگ و نسل کوئی بڑائی یا فضیلت کا معیار نہیں | ۸۴ |

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
| --- | --- | --- |
| | باب سوم: | |
| | **حضور ﷺ کا غریب پرور نمونہ** | ۸۹ |
| ۱۹ | شاہ عرب ﷺ کی فقیرانہ و زاہدانہ زندگی اور ''الفقر فخری'' | ۹۲ |
| ۲۰ | حیاتِ نبوی ﷺ کا نجی پہلو اور نمونہ کمال | ۹۴ |
| ۲۱ | حیاتِ نبوی ﷺ کا عائلی پہلو اور نمونہ کمال | ۹۷ |
| ۲۲ | فقر محمدی ﷺ اضطراری نہیں، اختیاری تھا | ۱۰۰ |
| ۲۳ | حیاتِ نبوی ﷺ کا معاشرتی پہلو اور نمونہ کمال | ۱۰۳ |
| | ''فَلْیَعُدْ بِہٖ'' کے حکم کا فلسفہ | ۱۰۴ |
| ۲۴ | قبضہ میں جن کے ساری خدائی ان کا بچھونا ایک چٹائی | ۱۰۷ |
| ۲۵ | وصالِ نبوی پر سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا مرثیہ | ۱۱۰ |
| ۲۶ | کل جہاں مِلک اور جو کی روٹی غذا | ۱۱۱ |
| ۲۷ | میری اور دنیا کی مثال ایک مسافر کی سی ہے جو۔۔۔ | ۱۱۳ |
| ۲۸ | فیضانِ صحبتِ محمدی ﷺ اور کردارِ صحابہ | ۱۱۴ |
| ۲۹ | اصحابِ صُفّہ......فقرِ محمدی کے غمّاز و عکّاس | ۱۱۶ |
| ۳۰ | ''زورِ حیدر'' ''فقر بوذر'' ''صدق سلمانی'' ......فیضانِ فقرِ محمدی ہے | ۱۱۹ |
| ۳۱ | آغوشِ ''زہدِ نبوی'' کے پروردہ ''خلیفۃ المسلمین'' کے زُہد کا ایک عجیب واقعہ (حیدری فقر) | ۱۲۲ |

| صفحہ نمبر | عنوانات | نمبر شمار |
|---|---|---|
| | باب چہارم: | |
| ۱۲۵ | حضور ﷺ کا غریبوں سے عملی رویہ | |
| ۱۲۸ | ''دُرِ یتیم'' کو حالتِ یتیمی میں پیدا کرنے کی ایک حکمت | ۳۲ |
| ۱۳۱ | جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑے | ۳۳ |
| ۱۳۱ | عید کے روز ایک یتیم بچے کی دلجوئی | |
| ۱۳۳ | غزوۂ احد میں شہید صحابی کے بچے کا باپ بننا | ۳۴ |
| ۱۳۳ | یتیموں کے سروں پر کر دیا اقبال کا سایہ | ۳۵ |
| ۱۳۳ | یتیم بچوں سے مسجد کیلئے بھی زمین بلا معاوضہ نہ لی | ۳۶ |
| ۱۳۴ | ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے، ان کے کرم کی بات نہ پوچھو | ۳۷ |
| ۱۳۴ | ایک غریب صحابی کے کفارۂ ظہار کی ادائیگی | |
| ۱۳۸ | حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قرض اور کریم آقا ﷺ کی بے چینی | ۳۸ |
| ۱۳۹ | جن کو دنیا میں نہ کوئی اپنا کہے...... | ۳۹ |
| ۱۴۱ | حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کی شادی کی فکر اور انتظام | ۴۰ |
| ۱۴۳ | ایک دیوانی عورت کی خاطر، عرشِ بریں کا مہمان فرشِ زمیں پر | ۴۱ |
| ۱۴۴ | قبیلہ مضر کے خستہ حال افراد کو دیکھ کر بے چینی اور ان کی مدد کیلئے ترغیب | ۴۲ |

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۴۳ | قیلولہ چھوڑتے ہوئے ایک مظلوم کی فریاد رسی | ۱۴۵ |
| ۴۴ | غریب طبقہ کی دعوت قبول کرنا | ۱۴۷ |
| ۴۵ | غریب پرور رسول ﷺ نے غلام زادے کو امیر لشکر مقرر کر دیا | ۱۴۸ |
| ۴۶ | غزوۂ تبوک اور ایک مزدور صحابی کے ایثار کی منفرد انداز میں عزت افزائی | ۱۵۰ |
| ۴۷ | لب ہائے نبوت کا غریب مزدور کے آبلہ دار ہاتھوں کو چومنا | ۱۵۳ |
| ۴۸ | لوگو! اسلام کا پیغمبر ﷺ، عطا کرتے وقت فقر سے ڈرتا ہی نہیں | ۱۵۴ |
| ❁ | ایک ضرورت مند کو بکریوں کا ریوڑ عطا کرنا | ۱۵۴ |
| | **باب پنجم** | |
| ❁ | **حضور ﷺ کے ''بے زبان مخلوق'' پر احسانات** | ۱۵۷ |
| ۴۹ | رحمۃ للعالمین ﷺ کی جانوروں سے ہمدردی و خیر خواہی | ۱۵۹ |
| ۵۰ | جانوروں کو بھوکا پیاسا رکھنے سے منع فرمانا: | ۱۶۰ |
| ۵۱ | بلی کو بھوکا رکھنے پر ایک عورت کو عذاب | ۱۶۲ |
| ۵۲ | کتے کو پانی پلانے پر بخشش | ۱۶۳ |
| ۵۳ | جانوروں کو پریشان کرنے، باندھ کر نشانہ بازی کرنے اور بلا ضرورت مارنے کی ممانعت | ۱۶۵ |

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۵۴ | جانوروں کو جلانے کی ممانعت | ۱۶۶ |
| ۵۵ | بے ضرر جانوروں کو مارنے کی اجازت نہیں | ۱۶۷ |
| ۵۶ | رحمت عالم ﷺ کی جناب میں پرندے کی فریاد | ۱۶۸ |
| ۵۷ | ایک ہرنی سے رحمت دو عالم کی ہمدردی اور اس کا ایفائے عہد | ۱۶۹ |
| ۵۸ | ایک کبوتر کے ساتھ "فاتح مصر" کے رحمدلانہ سلوک کا ایک عجیب واقعہ | ۱۷۱ |
| ۵۹ | کرو مہربانی تم اہل زمین پر | ۱۷۲ |
| ۶۰ | عالم جمادات: روتے ہوئے خشک ستون کو چپ کرانا (استنِ حنانہ) | ۱۷۳ |
| ۶۱ | استنِ حنانہ کا پیغام...... بزبانِ مثنوی مولائے رومؒ | ۱۷۵ |
| ۶۲ | سلام اس پر کہ جس نے ............ | ۱۷۸ |
| ۞ | مآخذ ومراجع | ۱۷۹ |

# ﴾انتساب﴿

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ ------

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ------

حضرت خباب بن الارث رضی اللہ عنہ ---

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ -------

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ -----

جیسے فقیر و غریب مگر مخلص و غیور اور وفا شعار و جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام

جن سے، عرش معلیٰ کے جانشین صلی اللہ علیہ وسلم، محبت اور دلجوئی فرماتے

..................................اور..................................

دورِ حاضر کے ہر اس شخص اور تحریک کے نام ___

جو اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فقراء مساکین سے محبت، ہمدردی و غمگساری

اور ان کے معاشی تعطّل کو دور کرنے کے لئے کوشاں ہے۔

مؤلف

## ﴿استغاثہ بحضور سرورِ کائنات ﷺ﴾

از

خواجہ بہاء الدین نقشبند شاہ بخاریؒ

مفلسانم آمده در کوئے تو
شیأً لِلّٰہ از جمالِ روئے تو
دست بکُشا جانبِ زنبیلِ ما
آفرین بر دست و بربازوئے تو

# پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے، اس کائنات میں، باہمی تعارف و پہچان کے لئے، انسانوں کو، جس طرح مختلف قبیلوں، قوموں اور خاندانوں میں پیدا کیا، اسی طرح بعض انتظامی و تکوینی حکمتوں اور آزمائشوں کے تحت، ان میں مال و دولت اور پیشہ و منصب کے اعتبار سے تفاوت رکھا۔ کسی کو مالدار بنایا تو کسی کو نادار، کسی کو حاکم بنایا تو کسی کو محکوم، کوئی آقا ہے تو کوئی غلام، کوئی زمیندار ہے تو کوئی مزارع، لیکن ربانی تعلیمات اور الوہی ہدایت سے بے خبر یا فراموش انسانوں نے اس تفاوُت کو عزت و بڑائی کا معیار بنالیا۔ مادی وسائل کی فراوانی اور جاہ و منصب کے نشہ میں مست لوگوں نے، غریب و مفلس اور محکوم و غلام لوگوں کو نہ صرف ذلیل و حقیر جانا بلکہ ان بے چاروں کو ہر طرح کے مظالم اور تشدد کا نشانہ بھی بنایا گیا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل، اس معمورۂ عالم میں، جہاں اور بہت سی خرابیاں اور فساد تھے وہاں ایک بہت بڑا فساد یہ تھا کہ نہ صرف ملک عرب بلکہ ساری دنیا میں ہر طرف غریب و مفلس اور مسکین و بے کس لوگ نہ صرف معاشی و معاشرتی عزت سے محروم تھے بلکہ وہ ظلم کی چکی میں پس رہے تھے اور ان کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ نبیوں کے امام، تاجدار کائنات ﷺ چونکہ رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے تھے اس لئے آپ ﷺ نے معاشرہ کے اس گرے پڑے طبقہ کو اٹھانے کے لئے، طبقاتی اونچ نیچ کے بت کو پاش پاش کر دیا۔ آپ ﷺ نے نہ صرف اپنی غریب پرور تعلیمات کے ذریعہ ان سے ہمدردی و غمگساری کا پیغام دیا بلکہ اپنے غریب پرور نمونہ عمل سے غرباء و مساکین کی اس طرح دلجوئی کی کہ وہ امراء کے لئے رشک بن گئے (جس طرح کہ ایک دفعہ آپ ﷺ کا ایک مزدور صحابی کے آبلہ دار ہاتھوں کو چوم لینا، اصحاب صفہؓ سے محبت اور ہم نشینی، ایک غریب صحابی حضرت جابر بن عبداللہ کے قرض کی خاطر یہودی کے

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے خزائنِ ارض وسما، کی چابیوں کے باوجود، فقراء کی دلجوئی کے لئے ساری زندگی فقر و فاقہ میں گزاری، خندقیں کھودیں، بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھے، دو دو ماہ تک کا شانہ مقدس میں آگ نہ جلی، قرضہ لیا اور ہر وہ کام کیا جس کا عام طور پر غرباء کو سامنا ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ آپ ﷺ نے عملی طور پر غریبوں اور مسکینوں کی مصیبتوں اور تکلیفوں کو دور کرنے کے اقدامات کئے۔ اس طرح غریب پرور، مسکین نواز اور لجپال وکریم رسول ﷺ کے اسوہ اور تعلیمات سے دنیا بھر کے بے سہاروں کو سہارا، بے چاروں کو چارہ، دکھیوں کو دکھوں کا مداوا، بے چینوں کو چین، فقیروں کو انیس، غریبوں کو جلیس، یتیموں کو والی اور غلاموں کو مولیٰ مل گیا۔

ناداروں کا، دکھیاروں کا مَاْمَن و ماویٰ ، محسنِ اعظم
زخمی دلوں پر مرہم صلی اللہ علیہ وسلم

اس کتاب میں غم خوارِ انسانیت، محسنِ کائنات حضور ﷺ کی سیرت طیبہ پہ اس غریب پرور اور مسکین نواز پہلو کو اجاگر کرنے کی ایک ادائی اور نا تمام کوشش کی گئی ہے تا کہ آج کے دور میں پریشانی انسانیت رجوع کرے اس نبی رحمت اور غریب پرور رسول ﷺ کی سیرت طیبہ کی طرف جسے مصیبت زدہ، پریشان حال اور احساس کمتری کے شکار لوگوں کو کی پریشانیاں اور مصائب دور کرنے کے لئے اتنی فکر و اور احساس تھا کہ کائنات عالم میں کسی اور کے لئے ایسی سوچ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

رحمت دو عالم ﷺ نے بلا تمیز مذہب و نسل، ہر دکھی کے دکھ کا مداوا کیا اور ہر بے چارے کا چارا کیا۔ آج غریبوں اور مزدوروں کو دھوکا دینے کے لئے ان سے جھوٹے وعدے کرنے والے کئی نام نہاد رہنما تو ملیں گے لیکن حقیقی طور پر اس ساری کائنات میں حضور ﷺ سے بڑھ کر غریبوں کو کوئی ہمدرد اور غمگسار دکھائی نہ دیتا۔ آج امام الانبیاء انیس الغرباء ﷺ کے نام لیواؤں کو چاہیے کہ وہ اپنے لجپال کریم آقا ﷺ کی ان مسکین نواز تعلیمات اور غریب پرور نمونہ دنیا میں عام کریں تا کہ معاشرہ کی دکھی انسانیت، سکھ کا سانس لے سکے۔

حضور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کے خطبات و تصانیف سے نا چیز نے فکری استفادہ کرتے ہوئے اس مجموعہ کو مرتب کیا اور دراصل اس تالیف کا سبب بھی انہی کی صحبت اور تعلیم و تربیت کا فیض ہے۔

میں شکرگزار اور ممنون ہوں استاذی المکرم محترم جناب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب، محترم جناب مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب، محترم ڈاکٹر کرامت اللہ صاحب محترم جناب احمد نواز انجم صاحب اور محترم علامہ محمد الیاس اعظمی صاحب کا جنہوں نے ناچیز کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کتاب ہذا اپنے کلمات سے نوازا۔اس مقام پر میں شکرگزار ہوں عزیزی القدر حافظ محمد ضیاء الحق رازی کا جنہوں نے اس مجموعہ کی تیاری میں، تحقیق و تخریج کے حوالہ سے بندہ کی معاونت کی اور اپنی عزیز بہن حدیبہ صدف قادری، ایم ۔اے (علوم اسلامیہ) کا جنہوں نے اس کتاب کی پروف ریڈنگ کی۔

آخر میں، بندہ اپنے کریم آقا کی بارگاہ میں دعا گو ہے کہ وہ اپنے کریم رسول ﷺ کے صدقہ، اس ادنیٰ سی کاوش کو قبول کر کے اسے بندہ کے لئے ذریعہ نجات اور توشہ آخرت بنا دے۔ بندہ اپنے لجپال غریب نواز کریم آقا ﷺ کے حضور، آپ ﷺ کی نگاہِ لطف و کرم کے لئے، آپ ﷺ کے لختِ جگر حضرت امام زین العابدینؓ کے ان الفاظ میں، یوں عرض گزار ہے

یارَحمۃً لِّلعَالَمِیْن ، اَنْتَ شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن

اَکْرِمْ لَنا یَومَ الْحَزِیں فَضْلاً وَجُوْداً وَالْکَرَم

کریم آقا ﷺ کے در کا، اک گدائے بے نوا

نور الزماں نوری

(دی منہاج یونیورسٹی، لاہور)

یکم رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ / ۲۵ ستمبر ۲۰۰۶ء

# تقدیم

ممتاز دانشور پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

سابق پرنسپل پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور

یہ کتاب، جو قارئین کے ہاتھ میں ہے ہمارے علامہ نور الزمان نوری کے قلم کی کاوش کا نتیجہ ہے، اپنے موضوع کے لحاظ سے جیسا کہ نام سے عیاں ہے، ایک منفرد کتاب ہے۔

آغاز کار میں انبیاء کرام کے پیروکار ہمیشہ ستائے ہوئے اور پسے ہوئے لوگ تھے۔ نبی کی آواز ان کے لئے ایک نئے انقلاب کی نوید ہوتی تھی۔ لہٰذا تمام انبیاء کی طرح ہمارے آقا ﷺ کے پیروکار بھی وہی لوگ تھے جن کی آزادی چھینی گئی، جنہیں ستایا گیا اور جنہیں عزت کی زندگی سے محروم کر دیا گیا۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی منشاء کے بھی خلاف ہے اور نبی پاک ﷺ کی تعلیمات کے بھی کیونکہ دین توحید سب سے پہلے وحدت نسل انسانی کا اعلان کرتا ہے کہ اے انسانو: اپنے اس پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک ہستی سے پیدا کیا اور پھر اسی ہستی سے ان کے لئے رفیقہ حیات بھی انہی سے تخلیق فرمائی۔ پھر ان دونوں (آدم اور حوا) سے اس روئے زمین پر بہت سے مرد اور عورتیں پیدا ہوگئے۔

یہ اعلان تھا اس بات کا کہ رنگ ونسل، حسب ونسب، اعلیٰ و ادنیٰ، غلام اور آزاد عرب وعجم اور مختلف نسلوں کی بنیاد پر فضیلت کے خاتمے کا۔ رسول عربی ﷺ کی شان یہ ہے کہ آپ نے اس انداز سے انسانیت کا بول بالا کیا کہ ایک ہندو شاعر کو بھی کہنا پڑا

؎ اک عرب نے آدمی کا بول بالا کردیا

یہ وہ خصوصیت ہے جو تمام انسانیت کے لئے ایک پیغام ہے ایک راستہ ہے اور ایک آواز ہے۔ لیکن اس کا کیا کیجئے کہ خاک سے پیدا ہونے والے انسان نے اپنے ابنائے جنس کو اپنے برابر سمجھنے سے انکار کر دیا۔ صرف دولت اور خاندانی اونچ نیچ کو سب کچھ سمجھ لیا۔

آج دنیا میں سب سے زیادہ چھبنے والا مسئلہ یہی ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ سب ایک باپ کی اولاد ہیں اس لئے سب برابر ہیں جب سب برابر ہیں تو پھر یہ فرق اور امتیاز کے جھگڑے کے کیا معنی رکھتے ہیں۔ یہودی ہو، برہمن ہو، یا مغرب کا گورا، اسلام انہیں اس لئے چبھتا ہے کہ وہ ان کی اس رعونت اور رنگ و نسل کی برتری کو مسترد کرتا ہے آج ہر جگہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو کچھ ہو رہا ہے اس کا اصل سبب یہی ہے برتری کے زعم میں گرفتار یہ گھمنڈی لوگ کسی صورت میں زمین پر آنے کے لئے تیار نہیں۔

یہ ہم سب کے لئے خوشی کا باعث ہے کہ نور الزمان نوری صاحب نے اس معاشرتی پہلو کو سامنے رکھ کر سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ کیا اور ایک مفید اور عمدہ کتاب نبی پاک ﷺ کی نذر کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے۔ آمین

والسلام

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

پرنسپل کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سٹڈیز، لاہور

# تقاریظ

## استاذ العلماء مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوجوان اسلامی سکالر علامہ محمد نور الزمان نوری، ایم۔اے، ایل ایل۔بی، فاضل جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن، بہت محنتی اور دانشمند باصلاحیت نوجوان ہیں۔ تحریر و تقریر کے میدان میں کار ہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں۔ ان کی تازہ تحریر ہے ''غریب پرور رسول ﷺ''۔ اس پہلو پر بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ تمام انبیائے کرام علیھم الصلاۃ والسلام کا وصف نمایاں یہی ہے کہ وہ مخلوق کو مخلوق کے ظلم سے نجات دے۔ گردنوں سے ظالمانہ طوقِ غلامی توڑ پھینکے، ہاتھوں میں پڑے آہنی کڑے نکال پھینکے اور پاؤں میں پڑی زنجیریں کاٹ پھینکے، انسانیت کے سر سے ظلم و ستم کے بوجھ اتارے جن سے گردنیں خم ہیں۔ جہالت، ظالم بادشاہتیں، ان کے زیر سایہ خودرو جاگیرداری و سرمایہ داری صدیوں سے عوام کا خون چوس رہی ہیں۔ اور مذہبی پیشوائیت اکثر و بیشتر ان کی پشت پناہی کرتی رہی ہے۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے یہ کھیل ہمیشہ جاری رہا ہے۔ اور اب تک جاری ہے۔ بقول علامہ مرحوم:

چار مرگ آمد در یں اے دیر میر
پادشاہ و دیہہ خدا، ملاّ و پیر

ہر نبی و رسول، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانیت کے لئے رحمت و رأفت کا پیغام لے کر آیا۔ ظلم کے اس نظام اور اس کے محافظ اس اتحاد اربعہ کا محل مسمار کرنے آیا۔ تا آنکہ رحمۃ العالمین ﷺ نے اس جہان آب و گل میں قدم رکھا اور دنیا کا آخری و مکمل انقلاب برپا کیا۔ چونکہ یہ انقلاب، ظلم کے خلاف اور مظلوم و مقہور انسانوں کا دستگیر تھا اس لئے مفاد پرست عناصر ہمیشہ کی طرح اس کے سامنے چٹان بن کر کھڑے ہوگئے۔ مگر حق کے سیل بیکراں نے

ان چٹانوں کو ریزہ ریزہ کر کے نوع انسانی کی کشتِ امل کو سیراب و شاداب کر دیا۔ یہ انقلاب انسانی تاریخ کا سب سے بڑا، مکمل اور عالمگیر انقلاب تھا جس کی لہریں اب تک رواں دواں ہیں اور رہتی دنیا تک رہیں گی۔ ان شاء اللہ دنیا جس قدر ظلم کے انگاروں سے بھر دی گئی ہے۔ رحمت کی گھٹا بار بار برسی ہے اور برستی رہے گی۔ انگاروں بھری دنیا کی کوکھ سے رحمت و رأفت کے پھول جنم لیں گے۔ یہ نظامِ ظلم ختم ہوگا۔ عدل و مساوات کا دور دورہ ہو کر رہے گا۔ تیرہ و تاریک دنیا ایک بار پھر اپنے نشو ونما دینے والے کے نور سے جگمگ جگمگ کر اٹھے گی۔

فاضل مؤلف نے اسی بہار جانفزاء کے جلوے بے نقاب کیے ہیں۔ ان شاء اللہ ان کی باقی تحریروں کی طرح یہ تحریر بھی ذہنوں کو متاثر کرے گی اور دل و دماغ کو روحانی غذا بہم پہنچائے گی۔

ایں دعا ازمن واز جملہ جہاں آمین باد

فقیر بے نوا، محمد عبدالقیوم ہزاروی

جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن لاہور

## ممتاز محقق ڈاکٹر کرامت اللہ

سابق ڈپٹی ڈائریکٹر (اکیڈمک) انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

عزیزم نور الزماں نوری، عصر حاضر کے نئے ابھرتے ہوئے اسلامی ادب نگاروں میں نوجوان نسل کی طرف سے ایک بہت عمدہ اضافہ ہیں۔ یہ عشقِ رسول ﷺ سے سرشار ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی نگارشات میں حبِ رسول ﷺ اور علماء، فقہاء، مشائخِ عظام کی قدر و منزلت نمایاں نظر آتی ہے۔ ''غریب پرور رسول ﷺ'' یقیناً حضور نبی اکرم ﷺ کی غریب نوازیوں کا فکر انگیز اور محبت افروز بیان ہے، کتاب ضخیم نہیں لیکن اپنے اندر معلومات، پند و نصائح، اعمال صالح اور دعوتِ عمل کا بے پناہ ذخیرہ لئے ہوئے ہے۔ قرآن و حدیث کے حوالہ جات محل اور بیان کی مناسبت سے قابلِ تعریف ہیں۔ مؤلف نے تحقیق و تجسس میں انتہائی

محنت کی ہے، اندازِ بیان آسان، شستہ اور قابلِ فہم ہے جس سے عمل کی طرف رغبت بڑھتی ہے، جابجا اشعار تحریر کے حسن کو دوبالا کئے ہوئے ہیں۔ ''غریب پرور رسول ﷺ'' کی ایک اور خوبی یہ بھی ہے کہ یہ اسوۂ رسول ﷺ کی تصویر کشی کرتی ہے اور اقوالِ رسول اللہ ﷺ پر پختہ یقین اور عمل پیراء ہونے کی تلقین کرتی ہے۔ یہ کتاب اپنے اندر تاریخ اسلام کے مختلف پہلو بھی لئے ہوئے ہے جو اسکی ادبی، علمی اور تاریخی حیثیت کو اور بھی اجاگر کرتے ہیں، یہ کتاب معاشرتی زندگی کو سدھارنے اور کردار سازی میں مدد و معاون ہونے کا رول بھی بحسن و خوبی ادا کر رہی ہے۔ بلاشبہ ''غریب پرور رسول ﷺ'' اسلامی کتب میں ایک بیش بہا اضافہ ہے جسے ہر مسلمان کو پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ یہ کتاب حضور اقدس ﷺ کی حیات طیبہ کے وہ پہلو پیش کر رہی ہے جو بہت سے لوگوں کو معلوم نہیں اور جن کا جاننا ہر مسلمان کا فرض عین ہے اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ مولف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور ہمیں اسوۂ رسول ﷺ کو زیادہ سے زیادہ آشنائی اور اس پر عمل کرنے کی توفیقِ سعید عطا فرما۔ آمین یا رب العالمین۔

ڈاکٹر کرامت اللہ

ڈائریکٹر ریسرچ، فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

## جناب احمد نواز انجم امیر تحریک منہاج القرآن، پنجاب

اللہ تعالیٰ جل مجدہ قادرِ مطلق ہے اور وہ اپنے محبوب کی مدحت کے لیے جسے چاہتا ہے، منتخب فرمالیتا ہے۔ علامہ نور الزماں نوری صاحب خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کارِ عظیم کے لیے منتخب فرمایا ہے یہ عطائے ربِ مصطفیٰ ہے کہ جناب نوری صاحب نے مدحت مصطفیٰ کے حوالے سے ایک انوکھے عنوان کا انتخاب کیا ہے اور نہایت اچھوتے و دلنشین انداز میں غربت کی چکی میں پسنے والوں کے زخم زخم وجود پر تسلی و تشفی کا ہاتھ رکھا ہے۔

''غریب پرور رسول ﷺ'' کو پڑھ کر دل پر وجد و سرشاری کی کیفیت طاری ہوگئی، رونگٹے فرط ادب و احترام میں کھڑے ہوگئے اور عقل کو سوچ کا اک نیا زاویہ نصیب ہوا ہے۔

مجھے اس مقام پر حضور قائد انقلاب پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی سرپرست اعلیٰ تحریک منہاج القرآن کا ایک ارشاد یاد آ گیا انہوں نے ایک مرتبہ فرمایا کہ غربت کو اگر اللہ کی نعمت سمجھ لیا جائے تو تنگدستی آسان ہو جاتی ہے۔ قربان جائیں اس دانائے سبل ہادی کل ﷺ پر جنہوں نے امت کو ایک ایسا اسوہ حسنہ عطا فرمایا ہے کہ اگر امتی زندگی کے سفر میں آپ کی سیرت طیبہ کو اپنا راہ نما بنائے رکھے تو کسی بھی حال میں راہ راست سے بھٹک نہیں سکتا اور نہ ہی زندگی کے نشیب و فراز اسے یادِ خدا سے غافل کر سکتے ہیں۔

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال مؤلف کے زور قلم میں اور اضافہ فرمائے اور زیر نظر کتاب کو ہر خاص و عام کے لیے فیض یابی کا ذریعہ بنائے،

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

احقر العباد

احمد نواز انجم

امیر تحریک (پنجاب)

# غریب پرور رسول ﷺ ...... ایک نادر اور منفرد کاوش

﴿علامہ محمد الیاس اعظمی﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دی منہاج یونیورسٹی لاہور کے قابل فخر سپوت، محترم علامہ نور الزمان نوری صاحب کو خلاقِ عالم نے بہت سی صفات سے نواز رکھا ہے بالخصوص تحریر وتقریر کی دونوں خوبیاں بیک وقت بہت کم لوگوں میں جمع ہوتی ہیں۔ میرے ممدوح کا شمار ملک عزیز کے ان خوش نصیب نوجوانوں میں ہوتا ہے جن کو قسیم نعم نے روز ازل سے ہی دعوت وتبلیغ، اصلاح وفلاح اور ان کے ساتھ ساتھ قلم کاری و طاقت لسانی، ایسی خوبیوں سے نواز رکھا ہے۔ چنانچہ ان کے شب و روز اس امر کے گواہ ہیں کہ جب سے انہوں نے شعور کی آنکھ کھولی ہے اسی وقت سے قلم و قرطاس سے ایک قریبی رشتہ قائم کر رکھا ہے۔ چونکہ وہ نور الزمان نوری ہیں اس لیے وہ اپنے نور علم وفکر کی نورانی کرنوں سے اہل زماں کو مستنیر کرتے رہتے ہیں۔

زیر نظر کتاب ''غریب پرور رسول ﷺ'' سیرتِ طیبہ کے موضوع پر ایک بالکل نیا اور اچھوتا پہلو ہے جس پر انہوں نے قلم اٹھایا ہے اور خوب اٹھایا ہے مجھے اس کے چند اوراق جستہ جستہ مقامات سے طائرانہ دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ اس کے دیکھنے سے میرے قرطاسِ ذہن پر جو اثر مرتب ہوا ہے وہ یہ ہے کہ غریب پرور رسول ﷺ ایک کشکول علمی ہے کہ جس میں عصر حاضر، پاکستان اور دیگر ممالک اسلامیہ کے معاشروں کو صحیح معنوں میں فلاحی مملکت بنانے کا ایک مکمل پروگرام موجود ہے۔

بارگاہ قدسی میں دعا ہے کہ غریب پرور رسول ﷺ کی بندہ نوازیوں کا صدقہ، محترم نور الزماں نوری کی اس علمی کاوش اور فکر انگیز قلمی خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اہلِ زمان کو، ذکر رسالت کے فیض نور سے، اپنے قلب و باطن کی تاریک بستیوں کو منور کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے فیض سے ہمارے معاشرے کو صحیح معنوں میں مصطفوی فلاحی معاشرہ بنائے آمین

احقر

(پروفیسر) محمد الیاس اعظمی، قصور

باب اوّل

# حضور ﷺ کا دین اسلام

# اور

# غرباء کا مقام

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ھدیٰ کا

کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

وہی دوست ہے خالقِ دو سرا کا

خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا

یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان

کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

(مولانا الطاف حسین حالی)

## انسانی تخلیق کا مقصد اور تصور عبادت

اللہ رب العالمین نے انسانی حیات اور اس کی تخلیق کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ○ (۱)

''اور میں نے جنّات اور انسانوں کو صرف اسی لئے پیدا کیا کہ وہ میری بندگی اختیار کریں○''

یہ آیت بڑی صراحت سے انسانی تخلیق کی غرض و غایت بیان کر رہی ہے کہ انسانوں کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی کسی اپنی حاجت اور ضرورت کے لئے نہ تھا کیونکہ وہ ذات تو بے نیاز اور غنی ہے بلکہ تخلیق انسانی کا مقصد صرف اور صرف'' عبادت و بندگی الٰہی'' ہے۔ یہاں یہ سوال توجہ طلب ہے کہ عبادت سے مراد کیا ہے؟ کیا عبادت وبندگی سے مراد صرف وہ امور ہیں جنہیں عرف عام میں ''عبادات'' کہا جاتا ہے؟ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ یا اس کا تصور وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ قرآن و حدیث اور اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اسلام کے نزدیک عبادات سے مراد صرف ارکان اسلام نماز، روزہ وغیرہ نہیں یہ اس کے اجزا اور صورتیں تو ہیں مگر مکمل عبادات نہیں کیونکہ عبادت تو تخلیق انسانی کا مقصد قرار دیا جا رہا ہے اور مقصد انسان کی پوری زندگی پر حاوی ہونا چاہئے جبکہ ارکانِ اسلام کی صورت کچھ یوں ہے کہ نماز دن میں صرف پانچ وقت کے لئے فرض ہے۔ روزہ صرف سال کے ایک ماہ کیلئے فرض ہیں۔ زکوٰۃ صرف صاحبِ نصاب مسلمان پر

---

(۱) القرآن، الذاریات، ۵۱: ۵۶

سال میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ حج صاحبِ نصاب پر زندگی بھر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ اس طرح یہ سارے ارکان مل کر بھی انسانی زندگی کے ایک ایک لمحہ پر محیط نہیں ہو سکتے کیونکہ انسان دنیا میں کھاتا پیتا بھی ہے اور سوتا جاگتا بھی۔ وہ شادی بیاہ بھی کرتا ہے اور کاروبارِ حیات بھی۔ اس کا تعلق اہل و عیال سے بھی ہوتا ہے اور رشتہ داروں سے بھی۔ اس کا واسطہ قرب و جوار سے بھی رہتا ہے اور معاشرے کے افراد سے بھی۔ اگر یہ سارے معاملات عبادت میں شامل نہ ہوں گے تو انسانی تخلیق کا مقصد پورا نہیں ہوگا۔ کیونکہ مقصد اور نصب العین تو وہ ہوتا ہے جو زندگی کی کسی سطح اور کسی لمحہ پر بھی نظر انداز نہ ہو۔ قرآن حکیم سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷ میں عبادت کے وسیع تصور کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّيْنَ ج وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ج وَاَقَامَ الصَّلَاةَ وَاٰتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا وَالصَّابِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (۱)

”نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے، اور اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرانے) میں خرچ کرے، اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جب کوئی وعدہ کریں تو اپنا وعدہ پورا کرنے والے

(۱) القرآن، البقرة، ۲: ۱۷۷

ہوں، اور سختی (تنگدستی) میں اور مصیبت (بیماری) میں اور جنگ کی شدّت (جہاد) کے وقت صبر کرنے والے ہوں، یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیز گار ہیں٥"

آیت مذکورہ، نیکی کا اصل اور حقیقی تصور بیان کرنے سے پہلے لوگوں کی اس غلط فہمی کو دور کرتی ہے جو نماز کی طرح عبادت ہی کو نیکی اور بندگی سمجھتے ہیں اور باقی معاملات کو دنیاداری۔ بلکہ قرآنی تصور عبادت اس قدر وسیع اور ہمہ گیر ہے جو انسان کی فکری و عملی زندگی کے ایک ایک گوشہ پر محیط ہے گویا اصل عبادت و بندگی ایک "کُل" کا نام ہے اور زندگی کے جملہ معاملات خواہ وہ مذہبی ہوں یا دنیوی، اس کُل کے مختلف اجزاء اور صورتیں ہیں۔ لہٰذا کامل عبادت اور بندگی یہ ہے کہ انسان پوری زندگی اس طرح بسر کرے جیسے اس کے خالق و مالک کی رضا ہو۔ گویا ہر حال میں رب قدیر کی رضا کا حصول، انسان کی انفرادی زندگی کا نصب العین ہے اور یہی انسانی خلق و بقا کا مقصد اور روحِ عبادت ہے۔ اسے قرآن حکیم ایک مقام پر رضوان من اللہ اکبر (القرآن، التوبہ، ۹: ۷) کہہ کر نعمتِ کبریٰ قرار دیتا ہے اور دوسرے مقام پر اسی رضائے الٰہی کو سب سے بڑی کامیابی قرار دیتے ہوئے یوں ارشاد فرماتا ہے

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ٥ (۱)

"اللہ فرمائے گا: یہ ایسا دن ہے (جس میں) سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا۔ ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے، یہی (رضائے الٰہی) سب سے بڑی کامیابی ہے٥"

---

(۱) القرآن، المائدہ، ۵: ۱۱۹

گویا تخلیق انسانی کا مقصد عبادتِ خداوندی ہے جس کی صورت ''رضاء الٰہی کا حصول'' ہے۔ سارے ارکان و رسومات اس کی مختلف صورتیں اور اجزاء ہیں۔ ان سب کا مقصود رضائے پروردگار ہونا چاہئے۔ اگر یہ روحِ عبادت کارفرما ہوگی تو انسان کی پوری زندگی عبادت بن سکتی ہے۔ بقول شیخ الاسلام استاذی المکرّم پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری ''رضائے الٰہی 'مقصدِ حیات بن کر' انسان کی پوری زندگی پر محیط ہو جائے تو اس کا اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، چلنا پھرنا، الغرض سارا کاروبار حیات ہی عبادت و بندگی قرار پاتا ہے۔ اس کا ایک ایک سانس اور ایک ایک لمحہ عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ وہ شخص رضائے الٰہی کی خاطر شادی کرتا ہے تو وہ بھی عبادت ہوتی ہے، بیوی بچوں سے شفقت و محبت کرتا ہے تو وہ بھی عبادت ہوتی ہے۔ مشاغلِ حیات میں مصروف ہوتا ہے تو وہ بھی عبادت ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ حیاتِ انسانی کی ہر حرکت و سکون، سراسر عبادت و بندگی میں بدل جاتی ہے۔ (۱) جیسا کہ قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے:

لِيَجْزِيَهُمُ اللهُ اَحسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّن فَضلِهِ وَاللهُ يرزُقُ مَن يشَاءُ بِغَيرِ حِسَابٍ ۝ (۲)

''تاکہ اللہ انہیں ان (نیک) اعمال کا بہتر بدلہ دے جو انہوں نے کئے ہیں اور اپنے فضل سے انہیں اور (بھی) زیادہ (عطا) فرما دے، اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق (وعطا) سے نوازتا ہے۝''

## یہی ہے عبادت، یہی دین و ایماں .......... کہ..........

انسانی زندگی کا مقصود عبادت و معرفت الٰہی ہے جو کہ رضائے خداوندی کو ہر لمحہ پیش نظر رکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا تعلق ہے یہ اس کے احکام کو بجا لانے اور اس کی مخلوق پر شفقت و رحمت کرنے سے میسر ہوتی ہے۔

(۱) ڈاکٹر طاہر القادری، اسلامی فلسفہ زندگی: ۳۲

(۲) القرآن، النور، ۲۴: ۳۸

امام فخر الدین رازی سورہ الذاریات کی مذکورہ آیہ کریمہ میں لفظ عبادت کی وضاحت کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہوتے ہیں۔

**ما العبادة خلق الجن و الانس لها؟ قلنا التعظیم لامر اللہ و الشفقة علی خلق اللہ** (۱)

''وہ عبادت کیا ہے جس کے لئے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا گیا تو ہمارے نزدیک یہ امر الٰہی کی تعظیم اور خلق خدا پر شفقت کا نام ہے۔''

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندوں میں نماز اور دیگر عبادات کے ذریعہ ایسا طرز عمل پیدا ہو جائے کہ اس کی رضا کی خاطر اس کی دکھی مخلوق کی خدمت اور پریشاں حال بندوں کی مدد کی جائے۔ اپنے وسائل سے دوسروں کے مسائل حل کئے جائیں۔ اسی جذبہ خدمت خلق کو قرآن حکیم سورہ الماعون میں ''تصدیق دین'' اور ''روح عبادت'' قرار دیتے ہوئے یوں ارشاد فرماتا ہے۔

**اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ○ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ○ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ○** (۲)

''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے؟○ تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے (یعنی یتیموں کی حاجات کو رد کرتا اور انہیں حق سے محروم رکھتا ہے)○ اور محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا (یعنی معاشرے سے غریبوں اور محتاجوں کے معاشی استحصال کے خاتمے کی کوشش نہیں کرتا)○''

آیت مذکورہ واضح کر رہی ہے کہ دین اسلام اپنے ماننے والوں میں جو اوصاف پیدا کرنا چاہتا ہے ان کے بغیر ان کا دعوی دین و ایماں خالی دعوی ہی ہے۔ اسی طرح ان آیات کے بعد فویل للمصلین کا ذکر کر کے بتا دیا کہ اگر خدا کے محتاج بندوں کی مدد اور

---

(۱) امام فخر الدین رازی، تفسیر کبیر 198:28

(۲) الماعون، ۱۰۷: ۱۔۳

دکھی مخلوق کے دکھوں کو دور کرنے کا جذبہ پیدا نہیں ہوا تو نماز فقط ایک رسم کے طور پر دکھاوے کی نماز بن جاتی ہے اور یہ ریا کاری ہے جس کا نتیجہ و انجام دوزخ ہوگا۔ پس نمازوں اور دیگر عبادات مقصود بالذات نہیں بلکہ وہ کسی اعلیٰ نصب العین اور مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ اگر مقصد نظر انداز ہو جائے تو اس ذریعہ کی اپنی افادیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ نماز و عبادات کا مقصد یہ ہے کہ انسان جس رب مطلق کے حضور سر بسجود ہو کر اس کی خالقیت و مالکیت اور اپنی غلامی و بندگی کا دم بھر رہا ہے اسے چاہئے کہ اس کی محبت میں اس کی مخلوق کی خدمت کرے اور معاشرے کے بے سہارا اور محتاج لوگوں پر اپنے اموال خرچ کر کے ان کے لئے آسائش اور آسودگی کا باعث ہے۔

اس تصور کی تصدیق میں نبی رحمت ﷺ کی درج ذیل احادیث بھی ملاحظہ ہوں۔

**الخلق عیال الله فأ حب الخلق الی الله من احسن الی عیاله** (۱) .

''ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ آدمی وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ نیکی کرے۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

**الساعی علی الارمله و المساکین کالمجاهدین فی سبیل الله او کالذی یصوم النهار و یقوم اللیل** (۲)

''بیواؤں اور محتاجوں کی خدمت و اعانت کرنے والا، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے برابر ہے یا اس نیکو کار کے برابر ہے جو (عمر بھر) دن کو روزے

(۱) جوزی، العلل المتناهیة، ۲: ۵۱۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الا دب، ۵: ۲۲۳۷

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزهد و الرقائق، ۵: ۲۲۸۶، الرقم، ۲۹۸۲

رکھے اور ساری رات عبادت کرے۔

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ کو نصیحت فرمائی

**یا عائشه لا تردی المسکین و لو بِشق تمرة یا عائشه احبی المساکین و قربیهم فان الله یقربک یوم القیامة** (۱)

”اے عائشہ! کسی بھی محتاج و ضرورت مند کو مایوس نہ لوٹا خواہ کھجور کی گٹھلی ہی کیوں نہ دے سکو۔ مزید یہ کہ غریب اور محتاج لوگوں سے محبت کیا کرو اور ان سے قربت حاصل کیا کرو۔ بے شک (اس کے صلہ میں) اللہ تعالیٰ روزِ قیامت تمہیں اپنے قرب سے نوازیں گے۔“

مذکورہ بالا روایات ہمیں متوجہ کر رہی ہیں کہ رب کریم کی رضا کے طالبو! اس کے بندوں سے محبت کرو۔ اس کی مخلوق کی مدد کرو۔ اس کے دکھی اور پریشاں حال لوگوں کے دکھوں کا مداوا کرو۔ یہی مقصود عبادت ہے اور یہی منشائے دین ہے۔

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق ، کنبہ خدا کا
یہی ہے عبادت ، یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں ، انساں کے انساں

## دینِ اسلام میں غرباء و مساکین سے ہمدردی کی اہمیت و فضیلت

نبی رحمت ﷺ دنیا میں جو دین لے کر مبعوث ہوئے اس میں غریبوں مسکینوں، بے کسوں، بے سہاروں اور محتاجوں سے ہمدردی و خیر خواہی، رب کریم کی رضا اور قرب کا ذریعہ اور جنت کے حصول کا باعث قرار دیا گیا ہے۔ مسکینوں سے محبت اور ان کی اعانت کرنے والا، اللہ کا محبوب اور جنت میں حضور نبی اکرم ﷺ کا ساتھی ہوگا۔ معاشرے کے

(۱) ترمذی، السنن، ۴:۵۷۷

مفلوک الحال لوگوں کی معاشی مدد کرنے والے اور محتاجوں کی حاجات پوری کرنے کے لئے اپنے سرمایہ و دولت خرچ کرنے والے انسان اپنے صدقات، اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پیش کرتے ہیں۔ قرآن حکیم ایسے ابرار (نیکوکاروں) کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًاO اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًاO (۱)

’’اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اس کی طلب و حاجت ہونے کے باوُجود اِیثاراً) محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیںO (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو محض اللہ کی رضا کیلئے تمہیں کھلا رہے ہیں، نہ تم سے کسی بدلہ کے خواستگار ہیں اور نہ شکرگزاری کے (خواہشمند) ہیںO‘‘

آیہ کریمہ میں ’’اطعام الطعام‘‘ کنایہ ہے۔ اس سے مراد ہر وہ عمل اور صورت ہے جس سے محتاج لوگوں کی ہر طرح کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی بیمار ہے تو اس کا علاج کرانا، کوئی کپڑے کا محتاج ہے اسے کپڑے عطا کرنا، کوئی قرض دار ہے تو اس کے قرض کو دور کرنا۔ یہ ساری صورتیں اسی ضمن میں داخل ہیں۔ خدا کی پریشاں مخلوق کے لئے مال و دولت خرچ کرنا، بارگاہِ الوہیت میں، کس قدر محبوب و مقبول عمل ہے، سورہ توبہ کی درج ذیل آیت سے اس کا اندازہ لگالیں۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُO (۲)

’’کیا وہ نہیں جانتے کہ بیشک اللہ ہی تو اپنے بندوں سے (ان کی) توبہ قبول فرماتا ہے اور صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات اپنے دستِ قدرت سے) وصول

(۱) القرآن، الدھر، ۷۶: ۸۔۹

(۲) القرآن، التوبہ، ۹: ۱۰۴

فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان ہے○''

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کی قبولیت کے لئے، محتاج و پریشان مخلوق سے دلسوزی و دردمندی کے عملی مظاہرہ کو شرط قرار دیتا ہے کہ ہماری عطا کردہ دولت سے اپنے گردوپیش میں ان لوگوں کی معاشی پریشانیوں کو دور کرو جو معاشرتی ناانصافیوں کا شکار ہوکر معاشی تعطل کی نذر ہوگئے۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ان پریشان حال لوگوں کا ہماری ذات سے اتنا گہرا تعلق ہے کہ تم جو کچھ بھی صدقہ و خیرات انہیں دینا چاہو وہ ہم براہِ راست اپنے دست قدرت سے وصول کرتے ہیں اور اپنی طرف سے انہیں عطا کرتے ہیں تاکہ ان کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔ لہٰذا اگر چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم و کرم کرے تو اس کی مخلوق کے حق میں رحیم و کریم بن جاؤ۔ پھر تمہیں مَنْ یَرْحَمْ یُرْحَمْ کا نظارا کرایا جائے گا۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

نبی رحمت، غریب پرور، مسکین نواز رسول ﷺ نے، اپنی ایک حدیث مبارکہ میں، بھوکے پیاسے کو کھلانا پلانا، اللہ پاک کو کھلانے پلانے اور بیمار کی عیادت کرنے کو اللہ کی عیادت کرنے سے تعبیر کیا ہے کہ قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ ایک بندے سے پوچھے گا۔ اے ابن آدم! میں بیمار تھا تو میری عیادت کے لئے نہ آیا بندہ حیران ہوکر پوچھے گا۔ اے خالقِ کائنات! اے شافی امراض تو خود رب العالمین ہے۔ تمام بیماروں کو شفا دینے والا ہے تو کیسے بیمار ہوگیا؟ اس پر رحیم و کریم اللہ ارشاد فرمائے گا کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوگیا تھا مگر تو نے اس کی بیمار پرسی نہ کی۔ اگر تو اس بندے کی مزاج پرسی کے لئے اس کے پاس جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

اسی طرح رب العالمین ایک بندے سے فرمائے گا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ اس پر بندہ عرض کرے گا کہ یا اللہ! تو

ساری کائنات کا رازق ہے، تمام مخلوق تیری محتاج ہے بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے تو کھانا طلب کرتا اس پر بارگاہِ الوہیت سے ارشاد ہوگا کہ کیا تجھے یاد نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تونے اسے کھانا دینے سے انکار کر دیا۔ اگر تو اس وقت میرے اس بندے کو کھانا کھلاتا تو اس کھانے کو میرے پاس پاتا۔ (۱)

ذرا غور کریں اللہ کریم کی شانِ بندہ نوازی پر کہ اسے اپنے پریشان و خستہ حال بندوں سے کتنا قرب ہے اور ان سے ہمدردی کرنے والا، ان کی پریشانیوں کا ازالہ کرنے والا اور ان کی حاجات پوری کرنے والا اسے کس قدر محبوب ہے کہ ان کی مدد کو اپنی مدد قرار دیتا ہے۔ اور ان سے ہمدردی و غم خواری کو اپنی ذات سے منسوب کرتا ہے۔

فقراء کی قدر و قیمت کا اندازہ امام مسلمؒ کی روایت کردہ اس حدیث پاک سے بھی لگایا جاسکتا ہے جس میں غریب پرور رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

**رُبَّ اشعث مدفوع بالأ بواب لو اقسم علی اللہ لأبرہ** (۲)

''بہت سے پراگندہ بال ایسے ہیں جنہیں حقیر سمجھ کر لوگ اپنے دروازوں سے دھکے دے دیتے ہیں مگر اللہ کے ہاں ان کا مرتبہ یہ ہے کہ اگر وہ کسی کام کے لئے قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم ضرور پوری کر دے۔''

خاکسارانِ جہاں رابحقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اسی مفہوم سے ملتا جلتا ایک قول، محبوب سبحانی قطب ربانی حضور غوث الاعظم شیخ

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر و الصلة باب فضل عیا دة المریض، ۴: ۱۹۹۰، الرقم: ۲۵۶۹

۲۔ بخاری الا دب المفرد، ۱: ۱۸۲، الرقم: ۵۱۷

(۲) مسلم، الصحیح، ۴: ۲۰۲۴، رقم ۲۶۲۲: باب فضل الضعفاء

بیھقی، شعیب الا یمان، ۷: ۳۳۱

عبد القادر جیلانیؒ سے منسوب ہے۔ آپؒ نے عالمِ کشف میں باری تعالیٰ سے پوچھا کہ اے بار الٰہ! تو کہاں رہتا ہے؟ میں تجھے ملنا چاہتا ہوں۔ بارگاہِ الوہیت سے (الہام کی صورت میں) جواب آیا اگر تو مجھے پانا چاہتا ہے تو شکستہ خاطر لوگوں کی دعوت کیا کر۔ ان کی دعوت سے تو مجھے اپنے بہت قریب پائے گا۔

ایک ماں کو اپنی اولاد سے جتنی محبت ہوتی ہے باری تعالیٰ کو اس سیکئی گنا زیادہ اپنی مخلوق سے محبت و شفقت ہوتی ہے۔ وہ ذات اسی سے زیادہ پیار کرے گی جو اس کے بندوں کے دکھ سکھ کو اپنا دکھ سکھ سمجھتے ہوئے ان کی دلجوئی اور غم خواری کرے گا اسی لئے تاجدارِ کائنات حضور نبی اکرم ﷺ نے انسانوں میں اس شخص کو افضل و بہتر قرار دیا جو خالق کائنات کی انسانیت کا زیادہ خیر خواہ اور نفع رساں ہوتا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے۔

> خیر الناس من ینفع الناس (بہترین انسان وہ ہے جو دوسرے انسانوں کو زیادہ نفع پہنچانے والا ہو۔)

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

(اقبال)

## بارگاہِ ربوبیت میں غرباء و مساکینِ امت کی قدر و منزلت

غرباء کا طبقہ دنیا کے ہر معاشرے میں ذلت آمیز سلوک سے دو چار رہا ہے۔ ہر جگہ ان کی غربت و پسماندگی اور بے چارگی و زبوں حالی کا مذاق اڑایا جاتا رہا ہے۔ لوگ کسی کی عزت و وقعت اس کے مال و دولت، قوم و نسل اور جاہ و منصب کے پیمانہ سے ماپتے ہیں۔ اہل دنیا کے نزدیک جو جتنا بڑا سرمایہ دار، جاگیر دار، سیم و زر کا مالک اور جاہ و منصب کا حامل ہے وہ اتنا زیادہ معزز و مکرم ہے خواہ اس میں انسانیت کی بو بھی نہ ہو۔ اس کے برعکس اعلیٰ انسانی اوصاف و کردار کا مالک مگر غریب آدمی ان کے نزدیک ذلیل و کمتر ہے۔ عزت و بزرگی کا یہ معیار اہل دنیا کا ہے جبکہ دنیا کے خالق و مالک کا معیارِ بزرگی جدا

ہے۔ اس کے نزدیک عزت و کرامت اور شرف و بزرگی مال و جاہ اور رنگ و نسل کی وجہ سے نہیں بلکہ حسنِ عمل کی وجہ سے ہے (اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ) وہ غرباء جنہیں دنیا کم تر اور حقیر سمجھتی ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس قدر و منزلت کے حامل ہیں، درج ذیل شواہد و نظائر سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۱۔ نبی رحمت ﷺ نےجب مکہ کے گلی کوچوں میں پیغام حق پہنچایا تو آپ ﷺ کی دعوت حق قبول کرنے والوں میں زیادہ تر غرباء و مساکین تھے۔ مکہ کے وڈیرے اور رؤسا جب ان کمزور اور غریب مسلمانوں کو حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں آتے جاتے دیکھتے تو ان کے ساتھ استہزاء کرتے اور بنظر حقارت دیکھا کرتے۔ نبی اکرم ﷺ ان سرداران مکہ کے ایمان اور اخروی نجات کے لئے انہیں مسلسل پیغام ہدایت دیتے رہتے۔ ایک دفعہ ان رؤسا مکہ نے بارگاہِ رسالت میں یہ پیغام بھیجا کہ ہم آپ ﷺ کی بات سننے کو تیار ہیں بشرطیکہ آپ ﷺ غریب مومنوں اور غلاموں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیں یا کم از کم ہمارے لئے الگ مجلس بنادیں کیونکہ ان فقیروں اور حقیروں کے ساتھ بیٹھنا ہم اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔ سرکار ﷺ نے اپنی طبعی و جبلی رحمت کے پیش نظر، ان کی نجات کی خاطر، فقراء مومنین کو ہٹانے کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہوئی کہ چند دنیاداروں کی خاطر مخلص و فادار مومنین کو بارگہ نبوی سے دور کیا جائے۔ اس لئے فوراً وحی فرمائی۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ ط مَا عَلَیْکَ مِنْ حِسَابِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِکَ عَلَیْھِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَھُمْ فَتَکُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ (۱)

”اور آپ ان (شکستہ دل اور خستہ حال) لوگوں کو (اپنی صحبت و قربت سے) دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو صرف اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے رہتے

(۱) القرآن، الانعام، ۶: ۵۲

ہیں۔ ان کے (عمل و جزا کے) حساب میں سے آپ پر کوئی چیز (واجب) نہیں اور نہ آپ کے حساب میں سے کوئی چیز ان پر (واجب) ہے (اگر) پھر بھی آپ انہیں (اپنے لطف و کرم سے) دور کردیں تو آپ حق تلفی کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے (جو آپ کے شایانِ شان نہیں)o''

حضور نبی اکرم ﷺ نے مکہ کے سرداروں کا مطالبہ دو وجوہ کی بنا پر ماننے کا ارادہ کیا ایک تو یہ آپ ﷺ ساری کائنات انسانی کے خیر خواہ اور ہمدرد بن کر مبعوث ہوئے تھے۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ مشرکین مکہ، بت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کے پرستار بن جائیں تا کہ اخروی عذاب سے نجات پا سکیں۔ ان بدبختوں کے اسلام سے دوری اور محرومی ایمان کا آپ ﷺ کے قلبِ اطہر پر کتنا بوجھ تھا، کا اندازہ اس آیت سے لگائیں۔

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِھِمۡ اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِھٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَسَفًاo (۱)

'' (اے حبیب مکرّم ﷺ!) تو کیا آپ ان کے پیچھے شدتِ غم میں اپنی جانِ (عزیز بھی) گھلا دیں گے اگر وہ اس کلامِ (ربّانی) پر ایمان نہ لائے o''

دوسری وجہ ان کے مطالبہ کو پورا کرنے کی یہ تھی آپ ﷺ چاہتے تھے کہ ان رئیسوں کے ایمان لانے سے اسلام کی شان وشوکت اور مالی حیثیت میں مزید اضافہ ہوگا۔ مگر اللہ کریم یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے مخلص اور وفا شعار لیکن غریب مسلمانوں کی دل آزاری ہو اس لئے مکہ کے مغروروں، خود پسندوں اور متکبروں کا مطالبہ رد کرتے ہوئے اور سراپا اخلاص ووفا غریب مسلمانوں کی دلجوئی کرتے ہوئے رب کریم نیغریب پر ور رسول ﷺ سے یوں ارشاد فرمایا

وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّھُمۡ بِالۡغَدَاةِ وَالۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ

(۱) القرآن، الکہف، ۱۸: ۶

وَجۡهَهٗ وَلَا تَعۡدُ عَيۡنٰكَ عَنۡهُمۡ تُرِيۡدُ زِيۡنَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَلَا تُطِعۡ مَنۡ أَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰاهُ وَ كَانَ أَمۡرُهٗ فُرُطًا○ (۱)

"(اے میرے بندے!) تو اپنے آپ کو ان لوگوں کی سنگت میں جمائے رکھا کر جو صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اس کی رضا کے طلبگار رہتے ہیں (اس کی دید کے متمنی اور اس کا مکھڑا تکنے کے آرزو مند ہیں) تیری (محبت اور توجہ کی) نگاہیں ان سے نہ ہٹیں، کیا تو (ان فقیروں سے دھیان ہٹا کر) دنیوی زندگی کی آرائش چاہتا ہے، اور تو اس شخص کی اطاعت (بھی) نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے○"

اس آیہ کریمہ کے نزول کے بعد سید عرب و عجم سرکار دو عالم ﷺ خود چل کر ان فقیر صحابہ کے پاس گئے اور ان سے فرمایا کہ اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنی امت میں سے تم لوگوں کے ساتھ اپنے آپ کو روک رکھنے اور مقید کرنے کا حکم دیا ہے۔ اب میرا جینا اور مرنا تمہارے ساتھ ہی ہوگا۔

غریب مگر سراپا اخلاص مسلمانوں کی دلجوئی صرف اس حد تک ہی نہیں کہ ان کی خاطر مکہ کے سرداروں کا مطالبہ مسترد کیا بلکہ ان کی قدر و منزلت کا اندازہ لگایئے کہ رب العالمین نے اپنے محبوب پیغمبر کو یہ بھی حکم دیا کہ اے پیغمبر جب تمہارے پاس یہ غریب بندے آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو انہیں میری طرف سے سلام کہیں اور انہیں بتا دیں کہ تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم کر دیا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ دنیا و آخرت میں رحمت ہی کا معاملہ کرے گا۔ (الانعام، ۵۴:۶)

۲۔ حضرت عبد اللہ بن ام مکتومؓ ان خوش نصیبوں میں سے تھے جن کا شمار "السابقون الاولون" میں ہوتا ہے۔ یہ نابینا تھے ایک روز بارگاہِ رسالتمآب میں شیبہ،

---

(۱) القرآن، الکہف، ۲۸:۱۸

عتبہ (پسرانِ ربیعہ)، امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ، عباس بن عبد المطلب اور ابو جہل وغیرہ حاضر تھے۔ محسن انسانیت ﷺ بڑی دلسوزی اور محویت سے انہیں کفر و شرک کے اندھیروں سے نکالنے کی سعی فرما رہے تھے۔ حریصٌ علیکم کی شان پورے جوبن پر تھی، دریں اثنا عبد اللہ بن ام مکتومؓ حاضر ہوئے، نابینا ہونے کی وجہ سے محفل کا رنگ نہ دیکھ سکے۔ انہوں نے اپنے شوق فراواں سے مجبور ہو کر آتے ہی عرض کی، **یا رسول اللہ اقرانی و علمنی مما علمک اللہ** (اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو سکھایا ہے وہ مجھے بھی سکھایئے اور مجھے پڑھ کر سنایئے) یہ مداخلت بیجا حضور کو پسند نہ آئی۔ رخِ انور پر ناگواری کے آثار نمایاں ہوئے، جبین سعادت پر شکن پڑ گئے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عبد اللہ کی دلجوئی کرنے کے لئے (اور اسی طرح کے غریب لیکن مخلص صحابہ کی عزت افزائی کے لئے) سورہ عبس نازل فرمائی تاکہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ اس بارگاہ میں شکستہ دلوں اور سوختہ جگروں کی جو قدر و منزلت ہے وہ کسی اور کی نہیں۔ اس سورہ مبارکہ کی ابتدائی آیات ملاحظہ ہوں۔

**عَبَسَ وَتَوَلّٰیO اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰیO وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰیO اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرٰیO** (۱)

”ان کے چہرۂ (اقدس) پر ناگواری آئی اور رخِ (انور) موڑ لیاO اس وجہ سے کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا (جس نے آپ کی بات کو ٹوکا)O اور آپ کو کیا خبر شاید وہ (آپ کی توجہ سے مزید) پاک ہو جاتاO یا (آپ کی) نصیحت قبول کرتا تو نصیحت اس کو (اور) فائدہ دیتیO“

یہاں ایک چیز غور طلب ہے۔ قرآن کریم میں دوسرے مقامات پر جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے خطاب فرمایا ہے وہاں محبت، پیار اور دلجوئی کی حد کر دی ہے۔ لیکن اس کے برعکس یہاں اسلوب بیاں میں بڑا جلال ہے۔ انداز خطاب میں

(۱) القرآن، عبس، ۸۰: ۱۔۴

تندی کا پہلو غالب ہے حالانکہ بظاہر غلطی حضرت عبد اللہؓ کی ہے کہ انہوں نے مجلس نبوت کے آداب کا پاس نہ رکھا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ عبد اللہ کی سرزنش کی جاتی کہ انہوں نے فرائض نبوت کی ادائیگی (بلغ ما انزل الیک) میں مداخلت کیوں کی ہے لیکن ان کی بجائے محبوب کریم کو تنبیہ فرما دی کہ آپ ﷺ نے ناگواری کا اظہار کیوں کیا اور اس سے بے رخی کیوں برتی۔ اس میں کیا حکمت ہے؟

امام المفسرین امام فخر الدین رازی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عتاب کی اس کے بغیر اور کوئی حکمت نہیں کہ وہ کفار جو اس وقت حاضر تھے وہ مکہ کے سردار اور دولتمند تھے۔ انہیں اپنی اس برتری کا احساس بھی تھا اور اس پر انہیں گھمنڈ بھی تھا۔ ان کی موجودگی میں اپنے کسی نیاز مند کے ساتھ یہ بے اعتنائی عام لوگوں کو اس غلط فہمی میں با آسانی مبتلا کر سکتی تھی کہ یہ بے رخی، تبلیغ میں انہاک کی وجہ سے نہیں برتی گئی بلکہ محض ان لوگوں کی دولت و ثروت اور وڈیرا پن کی وجہ سے، ان کی پاسداری کی گئی ہے اور عبداللہ ابن ام مکتومؓ کو محض اس وجہ سے نظر انداز کیا گیا ہے کہ یہ غریب عوام کا ایک فرد تھا۔ جس نبی کو بھیجا ہی غریب نواز بنا کر ہو، جس کا مقصد اولین ہی شکستہ دلوں اور غمزدوں کی دل جوئی اور غمگساری ہو اور جو تشریف ہی اس لئے لایا ہو کہ فقراء و مساکین کی عزت افزائی کرے، اس ہستی سے کسی ایسی بات کا صدور جس سے اس کے منصب رفیع کے خلاف کوئی واہمہ پیدا ہو سکے، اللہ تعالیٰ کو ہرگز گوارا نہیں۔ عبد اللہ بن ام مکتومؓ کے دل نیاز مند پر صدہا شیبہ و عتبہ قربان کئے جاسکتے ہیں۔ بارگاہِ نبوت کے درویشوں اور فقیروں کی درویشی و فقر کے سامنے دنیا بھر کے رئیسوں کی کوئی حقیقت نہیں۔

قطرہ آبِ وضوئے قنبرے
خوب تراز خون ناب قیصرے

''قنبر کے وضو کے پانی کا قطرہ، قیصر کے خون ناب سے قدر و قیمت میں کہیں فزوں تر ہے۔''

ان آیات کے نزول کے بعد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جب بھی حضرت عبد اللہؓ حاضر ہوئے تو آپ فرماتے: ''خوش آمدید وہ شخص جس کے بارے میں میرے رب نے مجھے عتاب فرمایا'' پھر پوچھتے، کوئی کام ہے تو بتائیں یہی عبد اللہ بن ام مکتومؓ تھے جنہیں حضور نبی اکرم ﷺ کے مدینہ شریف سے باہر جانے کے موقع پر دو مرتبہ نیابت کا شرف ملا۔ (۱)

اس سورہ مبارکہ کے نزول کے بعد حضرت عبد اللہ بن ام مکتومؓ جب کبھی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے تو آپ انہیں خوش آمدید کہتے ہوئے ان کے لئے چادر بچھا دیتے اور فرماتے یہ وہ عظیم المرتبت شخصیت ہے جس کی وجہ سے میرے رب نے مجھے (محبوبانہ) تنبیہ فرمائی۔ یہی وہ خوش نصیب غریب صحابی ہیں جنہیں سرکار دو عالم ﷺ نے کئی مرتبہ مدینہ شریف سے روانگی کے وقت مسجد نبوی شریف کا امام مقرر فرمایا۔

## بارگاہِ رسالت ﷺ میں فقراء و مساکین کا مقام

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے صحابہ کرام میں مختلف معاشی سیاسی اور سماجی حیثیت رکھنے والے افراد موجود تھے۔ آپ کے غلاموں میں جہاں ابو بکر و عثمان جیسی متمول، عمر جیسی بارعب شخصیات تھیں وہاں بلال، یاسر اور خباب جیسے غریب و فقیر صحابہ بھی تھے۔ سرکار نے کبھی بھی ان کی غربت یا کم حیثیتی کی وجہ سے انہیں عدم التفات کا شکار نہ ہونے دیا بلکہ آپ ﷺ اکثر ان کی عزت افزائی اور دلجوئی فرماتے رہتے تاکہ ان کے اندر غربت و افلاس کی وجہ سے احساس کمتری نہ پیدا ہو جائے۔

حضرت عمار بن یاسرؓ ایسے ہی ایک غریب اور کمزور صحابی رسول تھے۔ وہ مکی دور میں اسلام کی پاداش میں اذیت ناک سزائیں برداشت کرتے رہے لیکن صبر و استقامت کا کوہِ گراں ثابت ہوئے۔ مدنی دور میں، ایک جنگ میں معروف سپہ سالار اسلام اور فاتح حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمارؓ کے درمیان کسی بات پر تلخ کلامی ہوگئی۔ شکایت

(۱) پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ۵: ۴۸۹۔ ۴۹۲

کرنے کے لئے غریب صحابی حضرت عمارؓ، غریبوں کے والی مسکینوں کے ملجا حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خالد بھی پیچھے آگئے اور وہاں بھی حضرت عمار کو جھٹلانے لگے۔ سید بنی آدم غمگسار عالم ﷺ خاموشی سے دونوں کی گفتگو سنتے رہے، حضرت عمار روتے ہوئے سرکار کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ ﷺ آپ دیکھتے نہیں خالد کیا کر رہے ہیں؟ حضرت خالدؓ کہتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے میری طرف دیکھتے ہوئے فرمایا:

''سن لو! عمار کی دشمنی اللہ کی دشمنی ہے اور جس نے اسے ناراض کر دیا اس نے اللہ کے غضب کو دعوت دی۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے اس کے بعد عمار رضی اللہ عنہ کی خوشنودی سے بڑھ کر کوئی چیز میرے نزدیک محبوب نہ تھی۔ چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور منت سماجت کر کے انہیں راضی کر لیا۔

اسی طرح صلح حدیبیہ کے بعد رئیس مکہ ابو سفیان ایک مرتبہ کسی کام سے مدینہ منورہ آئے اور چند لوگوں کی معیت میں حضرت سلمان، حضرت بلال اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہم جیسے فقیر صحابہ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا: کیا اللہ کی تلواروں نے اب تک اس دشمن خدا کو مزہ نہیں چکھایا؟ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کیا تم لوگ ایسی بات قریش کے سردار کو کہتے ہو؟ پھر سرکار دو عالم ﷺ کے پاس آ کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مذکورہ ماجرا سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

**لئن کنت اغضبتھم لقد اغضبت ربک** (۱)

''اے ابو بکر! شاید تو نے ان (فقراء) کو ناراض کر دیا۔ اگر تو نے ان کو ناراض کر دیا تو گویا اپنے رب کو ناراض کر دیا ہے۔''

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے رب کی ناراضگی کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اس

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، ۴: ۱۹۴۷، رقم: ۲۵۰۴

لئے فوراً ان فقراء صحابہ کے پاس آئے اور پوچھا میں تمہیں ناراض تو نہیں کر بیٹھا؟ وہ کہنے لگے، نہیں اے بھائی اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔

حضرت بلال ؓ حبشہ سے آئے ہوئے کالے رنگ کے غلام تھے اسلام قبول کرنے کے بعد انہیں وہ اعزاز اور مقام نصیب ہوا جس پر بڑے بڑے سماجی و سیاسی مقام رکھنے والے صحابہ بھی رشک کرتے تھے۔ ۸ ہجری میں جب مکہ فتح ہوا تو سرکار دو عالم ﷺ کے ہمراہ دس ہزار جاں نثاروں کا لشکر جرار تھا۔ جس میں بڑے بڑے قد کاٹھ کے مہاجرین و انصار صحابہ تھے۔ آپ ﷺ نے بیت اللہ کو بتوں سے پاک کر کے اس کی چھت پر چڑھ کر اذان دلوانے کے لئے جس صحابی کو منتخب کیا یہ وہی صحابی تھے جنہیں مکہ کے کوچہ و بازار میں ایمان کی پاداش میں تپتی ہوئی دھوپ میں ننگی زمین پر گھسیٹا جاتا اور طرح طرح کے مظالم و تکالیف کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ یعنی حضرت بلالؓ۔ رئیسان مکہ کے لئے یہ بڑا عجیب منظر تھا۔ وہ ابھی تک اپنے نسلی غرور اور خاندانی تفاخر میں مبتلا تھے۔ ان میں سے کچھ مکہ کے وڈیرے اس طرح کی نازیبا بات بھی کہنے لگے کہ محمد کو اس کالے کوّے کے سوا کوئی اور موذن نہیں ملا (معاذ اللہ) لیکن انہیں کیا خبر تھی کہ بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں رنگ و نسل سے زیادہ دل کا اخلاص اور وفا دیکھی جاتی ہے۔ وہ تو رنگ و نسل اور خاندان و قبلہ کی بنیاد پر پائے جانے والے تمام امتیازات کے بتوں کو پاش پاش کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ ان کی بارگاہ تو ایسی ہے کہ

نہ اوہ مکھڑا نہ مکھڑے دا تل دیکھدے
اللہ والے جو ویکھن تے دل ویکھدے
نیویاں دا پراھنا ہے ساڈا نبی
کوٹھیاں تے چڑھے ویکھدے رہ گئے

ایک دفعہ مسجد نبوی میں سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ نے غریب مہاجر صحابہ کو ایک طرف حلقہ باندھے دیکھا۔ آپ ﷺ بھی انہی کے ساتھ آ کر

بیٹھ گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت کرتے ہیں کہ میں بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے قریب کھڑا ہوگیا سرکار نے فرمایا فقراء مہاجرین کو بشارت ہو کہ وہ دولت مندوں سے چالیس برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اس بات سے ان فقراء کے چہرے خوشی سے چہک اٹھے۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے حیرت ہوئی کہ کاش میں بھی انہیں میں سے ہوتا۔

سرکار دو عالم ﷺ کو غرباء و فقراء امت سے اتنا تعلق خاطر تھا کہ آپ دعا فرمایا کرتے تھے۔

**اللهم أحيني مسكينا و أمتني مسكينا و احشرني في زمرة المساكين يوم القيامه** (۱)

''اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ، حالت مسکینی میں مجھے وفات دے اور روزِ قیامت مساکین کے ساتھ ہی میرا حشر فرمانا۔''

اس دعا کے متعلق پوچھنے پر، سرکا دو عالم رحمت عالم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو جواب دیا: اے عائشہ! یہ مساکین اغنیاء سے چالیس سال قبل جنت میں داخل ہوں گے۔

اے عائشہ! کسی مسکین کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا کرو چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو اور ان مساکین سے محبت کیا کریں انہیں اپنے قریب رکھا کریں اگر تم ایسا کرو گی تو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا قرب عطا فرمائے گا (جامع ترمذی)

غریبوں کے والی، فقیروں کے غمگسار آقا ﷺ کی عام عادتِ کریمہ یہ تھی

**يعود المساكين و يجالس الفقراء و يجيب دعوة العبد** (۲)

''سرکار دو عالم مساکین کی عیادت فرماتے، فقراء کے پاس مجلس کرتے اور کوئی غلام بھی دعوت دیتا تو اسے قبول فرماتے۔''

---

(۱) ترمذی، الجامع، کتاب الزهد، ۴: ۵۷۷، رقم: ۲۳۵۲

(۲) قاضی عیاض، الشفاء: ۱۷۴

## زندہ ملتِ بیضا ہے غرباء کے دم سے

امت مسلمہ کا جمال و کمال اور اسلام کی رونق، ظاہری ساز و سامان دنیوی اور مال و متاع سے نہیں بلکہ اطاعت و اخلاص سے ہے۔ بالعموم یہ دولتِ ایثار و وفا اور اطاعت و خود سپردگی غرباء و فقراء امت میں زیادہ ہوتی ہے۔ ارکانِ اسلام کی ادائیگی اور روز مرہ کے معمولاتِ زندگی تعلیمات اسلامیہ کے مطابق گزارنے میں' غرباء، امراء سے آگے دکھائی دیتے ہیں۔ مساجد میں دیکھیں تو غرباء زیادہ نمازی، مدارس میں دیکھیں تو غرباء و مساکین کے بچے زیادہ دکھائی دیں گے۔ امراء اور خوشحال گھرانے تو اپنے بچوں کو ایچی سن، جی سی، ایف سی، ڈی پی ایس، بیکن ہاؤس، گیریژن اور ایسے تعلیمی اداروں میں داخل کرائیں گے جن کی فیسیں زیادہ ہوں گی اور انگریزی تعلیم پر زیادہ توجہ دی جاتی ہو کیونکہ اسلامی تعلیم و تربیت نہ ان کا مقصود ہے نہ ترجیح۔ ماہِ رمضان میں موسم تھوڑا سا سخت ہو جائے تو امراء کی جان کو پڑ جاتی ہے جبکہ غرباء ان دنوں میں بھی روزے رکھنا گراں نہیں سمجھتے۔ جذبہ جہاد بھی امراء کی نسبت غرباء میں زیادہ ہوتا ہے۔ دینی محافل و مجالس کی رونق بھی غرباء ہی ہوتے ہیں۔ اسلام کی خاطر اٹھنے والی تحریکوں کے دست و بازو بھی امراء کی نسبت غرباء ہی زیادہ ہوتے ہیں۔ اس لئے تاجدار کائنات ﷺ نے رہتی دنیا تک کے غریب مسلمانوں کو اس انداز سے بھی خوشخبری عطا فرمائی:

**بدء الاسلام غریبا و سیعود غریبا فطوبیٰ للغرباء** (۱)

''اسلام غریبوں سے شروع ہوا اور (قرب قیامت میں) لوٹ کر غریبوں میں آجائے گا پس خوشخبری ہو غرباء کے واسطے۔''

آج بھی اگر ہم اپنے گرد و پیش نظر دوڑائیں تو اسلام کی رونقیں زیادہ تر فقراء و

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، ۱۸:۳، رقم:۲۶۲۹

۲۔ دارمی، السنن، ۲:۴۰۲، رقم:۲۷۵۵

۳۔ ابو عوانہ، المسند، ۱:۹۵، رقم:۲۹۸

غرباء اہل ایمان کی بدولت ہیں۔ آج گلبرگ، ماڈل ٹاؤن، ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی اور کلفٹن کے علاقوں میں موجود مساجد میں نمازیوں اور قال اللہ و قال الرسول ﷺ کی وہ رونقیں دکھائی نہیں دیں گی جو غریب بستیوں اور محلوں کی مسجدوں میں نظر آئے گی۔ خوشحال اور سرمایہ دار لوگوں کے ان علاقوں میں اگر کوئی صاحبِ حیثیت نماز ادا کرتا بھی ہے تو مسجد میں جانے کی تکلیف کرنے کی بجائے اپنے بنگلے کے کارپٹڈ بیڈ یا ڈرائنگ روم میں ہی ادا کر لیتا ہے۔ مدارس اسلامیہ کا سروے کرنے سے پتا چلے گا کہ ۹۰ فیصد غریبوں کے بچے ہوں گے۔ اسی لئے حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ نے اپنے دور کے مسلمانوں کی حالت بیان کرتے ہوئے کہا تھا جس کا اطلاق آج بھی اسی طرح ہو رہا ہے۔

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آراء تو غریب
زحمتِ روزہ جو کرتے ہیں گوارہ تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب
پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب
امراء ، نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملت بیضا ، غرباء کے دم سے

غریب نواز نبی ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ ایک دن سرکار دو عالم ﷺ نے صحابہ سے پوچھا: جانتے ہو کہ سب سے پہلے جنت میں کون داخل ہوگا؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ غریب پرور رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں سب سے پہلے ان فقراء مہاجرین کا داخلہ ہوگا جن کی برکت سے مشکلات و مصائب سے بچا جاتا ہے اور وہ اس حال میں انتقال کر جاتے ہیں کہ ان کی دل کی حسرتیں دل ہی میں رہ جاتی ہیں اور وہ زندگی بھر ان کو پورا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ملائکہ بارگاہ الوہیت میں عرض کریں گے کہ باری تعالیٰ ہم تیرے ملائکہ اور آسمانوں کے باسی ہیں کم از کم ہم سے پہلے تو انہیں جنت میں داخل نہ فرما۔ رب کریم فرمائے گا یہ میرے وہ

بندے ہیں جنہوں نے کبھی میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا، صبر و شکر سے زندگی گزاری اور دل کی حسرتیں دل میں لئے میرے پاس حاضر ہوگئے، چنانچہ وہ جنت میں داخل ہوں گے اور فرشتے ہر دروازے سے داخل ہو کر انہیں سلام کہیں گے اور کامیاب انجام پر ہدیہ تبریک پیش کریں گے۔ (۱)

لہٰذا آج بھی وہ غریب و فقیر مخلص مسلمان مبارکباد کے مستحق ہیں جو اپنی تنگدستی کے باوجود اسلام کی تعلیمات کے فروغ و اشاعت میں ہر لمحہ مصروف عمل ہیں۔ انہی کے دم قدم سے شعائر اسلام کی رونقیں اور اسلام کی ہر طرف چہل پہل اور شان و شوکت ہے۔

## تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر (ایک اصولی بات)

فقر و غنا اور غربت و دولت سے متعلق یہ امر پیش نظر رہنا چاہئے کہ فی نفسہ امیر ہونا یا غریب ہونا نہ کوئی فضیلت کی بات ہے نہ کمتری کی۔ افلاس و دولت بذاتِ خود کوئی ایسا پیمانہ نہیں جس سے انسان کو ناپا جائے۔ اصل معیار کردار کی بلندی اور غنائے قلب ہے۔ کردار بلند ہو تو فقر و غنا دونوں ہی خدا کی نعمتیں ہیں کیونکہ ہزاروں نیکیاں ایسی ہیں جو صرف دولت ہی سے حاصل ہوتی ہیں اور ہزاروں برائیاں ایسی ہیں جن سے صرف فقر ہی بچاتا ہے۔ فروغِ اسلام میں امراء و فقراء دونوں کا اپنا اپنا کردار رہا ہے۔ اگر اشاعت اسلام میں حضرت بلال، حضرت یاسر، حضرت سلمان، حضرت صہیبؓ جیسے فقیر صحابہ کی قربانیاں شامل ہیں تو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما جیسے غنی صحابہ کی مالی قربانیوں سے کون انکار کرسکتا ہے؟ مزید یہ کہ قرآن حکیم میں جگہ جگہ ''انفاق بالمال'' کی فضیلت بیان کی گئی ہے، مال ہوگا تو انفاق ہوگا۔ غریبوں پر صدقہ و خیرات، مساجد کی تعمیر، اسلامی لشکروں کے لئے جنگی ساز و سامان، دینی مدارس کی تعمیر و ترقی، اسلامی حکومتوں کا انتظام و انصرام یہ سب امور ایسے ہیں جس کے لئے سرمایہ و دولت درکار ہوتا ہے۔ اس لئے علماء و صوفیاء میں یہ مسئلہ ہمیشہ سے مختلف فیہ رہا ہے کہ فقر افضل ہے یا غنا''

(۱) ابو نعیم اصبہانی، حلیۃ الاولیاء، ۱: ۳۴۷

کچھ علماء فقر کو افضل قرار دیتے ہیں جبکہ دیگر غناء کو ۔ دونوں طرف قوی دلائل ہیں اس سلسلہ میں امام الاولیاء حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ اپنی معروف زمانہ تصنیف ''کشف المحجوب'' میں فقر و غنا کے متعلق بحث کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے استاد ابوالقاسم قشیری کو کہتے سنا کہ لوگ فقر و غنا میں بحث و تمحیص اور اپنے لئے ایک چیز اختیار کر لیتے ہیں۔ میں وہ چیز اختیار کرتا ہوں جو باری تعالیٰ کو پسند ہو اور وہ مجھے اس پر استقامت دے۔ اگر وہ مجھے صاحب دولت بنائے تو میرے قدم نہ ڈگمگائیں اور اگر وہ مجھے فقیر رکھے تو میں حرص و ہوس میں مبتلا ہو کر اس کے راستہ سے نہ ہٹ جاؤں'' آپؒ متاخرین مشائخ میں سے ایک شیخ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''فقیر تہی دست کو نہیں کہتے کہ اس کے پاس متاع اور زاد نہ ہو بلکہ فقیر وہ ہے جس کا دل خواہشات سے خالی ہو''

(حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ ، کشف المحجوب، باب: اثبات فقر)

غناء کے متعلق یہ امر واضح رہنا چاہئے کہ اس کی دو اقسام ہیں۔ غناء مال اور غناء نفس۔ غناء مال سے مراد مال میں غنی ہونا ہے جبکہ غناء نفس یہ ہے کہ مال ہو یا نہ ہو اس کا دل غنی رہے۔ اصل میں فضیلت والا غناء نفس ہے کہ انسان خالی ہاتھ ہو کر بھی صابر، خوددار اور شاکر رہے۔ اسی مفہوم کی تائید جامع ترمذی کی اس حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

**لیس الغنی عن کثرۃ العرض و لکن الغنی غنی النفس** (۱)

''غناء، کثرت مال سے نہیں بلکہ غناء نفس سے حاصل ہوتا ہے۔''

حکیم الامت علامہ مرحوم نے بھی غالباً اسی غناء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں ''نان شعیر'' پر ہے مدار ''قوتِ حیدری''

(۱) احمد بن حنبل ، المسند، ۲:۲۴۳، رقم: ۷۳۴۱

غناء نفس کے ساتھ ایک آدمی فقیر ہو کے بھی بادشاہ ہوتا ہے اور بادشاہ ہو کر بھی فقیر (تاریخ اسلام میں ایسی متعدد مثالیں رقم ہیں)۔

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند
درشہنشاہی فقیری کردہ اند

علامہ اقبال جاوید کے نام نصیحت کرتے ہوئے بھی فرزندان اسلام کو یہی پیغام دیتے ہیں کہ:

میرا طریق امیری نہیں ، فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

مذاہب دنیا میں اسلام وہ واحد مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو نہ ترکِ دنیا کی تعلیم دیتا ہے نہ غرقِ دنیا کی۔ یہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور نوافل وصدقات کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حصولِ رزق کی جائز جدوجہد اور حلال ذرائع کی تلاش کو بھی عبادت کا درجہ دیتا ہے۔ اسلام کے نزدیک ترک دنیا رہبانوں کا فلسفہ ہے جبکہ غرقِ دنیا حیوانوں کا رویہ جبکہ دونوں کے درمیان اعتدال پسندانہ موقف یہ ہے کہ انسان دنیا میں رہ کر جائز ذرائع استعمال کرے لیکن دل کو دنیا کی محبت سے پاک رکھے اور اپنے خالق و مالک سے غافل نہ ہو۔ اسی سے حقیقی خوشحالی نصیب ہوتی ہے کیونکہ خوشحال حقیقت میں وہی ہے جو ہر حال میں خوش ہے۔ اس کا مال سے تعلق نہیں اور مسرت وہی ہے جو چشمے کے پانی کی طرح دل سے پھوٹ پڑے، دولت اس کی ضمانت نہیں دے سکتی اس لئے باری تعالیٰ سے ایسا دل مانگو

دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے
جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گزار دے

❁❁❁

دلوں کو مرکز مہرو وفا کر
حریم کبریا سے آشنا کر
جنہیں نانِ جویں بخشی ہے تو نے
انہیں بازوئے حیدر بھی عطا کر

معزز قارئین کو یہ امر پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ اس باب میں جہاں جہاں اہل فقر و مسکنت کے فضائل بیان کئے گئے ہیں یا کئے جائیں گے ان سے وہی فقراء و مساکین مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کی تکوینی مصلحتوں اور انتظامی حکمتوں کے تحت رزق اور مال و دولت کی تقسیم پر راضی ہوتے ہوئے صابر و شاکر ہیں۔ وہ مالداروں اور سرمایہ داروں کے مال و سرمایہ دیکھ کر اور آسودہ حال لوگوں کی آسائشات دیکھ کر للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ کر شکوہ نہیں کرتے بلکہ ہر حال میں صبر و شکر کا دامن تھامے رکھتے ہیں اور علامہ اقبال کے اس شعر کے مصداق اپنی خودی کو مجروح نہیں ہونے دیتے۔

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

❁❁❁

## باب دوم

# حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غریب پرور تعلیمات

# حضور انیس الغریبین ﷺ کی مسکین نواز تعلیمات

## یتیموں کی کفالت پر عظیم بشارت نبوی

دنیا کے پسماندہ اور افتادہ طبقات کے تحفظ اور معاونت کا احساس جتنا دین اسلام نے دیا ہے کسی اور نظام میں اس کا عشرِ عشیر بھی دکھائی نہیں دیتا۔ اس لئے کہ اللہ رب العالمین ہے اور اس کے آخری رسول رحمۃ للعالمین ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ کا عطا کردہ دین، ربوبیت عامہ اور رحمت تامہ کا علمبردار نظام حیات ہے۔ یتیم کسی بھی طبقہ کا کمزور اور بے یار و مددگار فرد ہوتا ہے جس کے باپ کا سایہ اس کے سر سے اٹھ چکا ہوتا ہے وہ اپنی کم عمری اور بے سہارگی کی وجہ سے اپنے مال اور دیگر مفادات کی حفاظت کے قابل نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کا مال تلف کرنا نسبتاً آسان ہوتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل، لوگ یتیموں پر شفقت و رحمت کرنے کی بجائے ان پر ظلم کرتے' ان کے مال ہڑپ کر جاتے، یتیم کے عمدہ مال کو ناقص مال سے بدل دیتے، حضور نبی اکرم ﷺ جو خود حالت یتیمی میں پیدا ہوئے، اپنے ساتھ ایک ایسا نظامِ رحمت لائے جس کے تحت یتیموں کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت کی گئی۔ یتامٰی کے اموال کو ہڑپ کرنے سے سختی سے منع کیا گیا۔ ان کے حقوق پورے کرنے اور ہر طرح کی مالی خدمت کی ترغیب دی گئی۔ ان کی کفالت کرنے والے کو جنت میں حضور ﷺ کی معیت کی خوشخبری دی اور انہیں دھکے دینے اور حقیر جاننے والے کو ''مُکَذِّبِ دین'' (دین کو جھٹلانے والا) کہا۔ نبی رحمت ﷺ کی یتیم پرور تعلیمات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ج اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝ (۱)

---

(۱) القرآن، بنی اسرائیل، ۱۷: ۳۴

’’اور تم یتیم کے مال کے (بھی) قریب تک نہ جانا مگر ایسے طریقہ سے جو (یتیم کے لئے) بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور وعدہ پورا کیا کرو، بیشک وعدہ کی ضرور پوچھ گچھ ہوگی○‘‘

۲۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا○ (۱)

’’بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں نری آگ بھرتے ہیں، اور وہ جلد ہی دہکتی ہوئی آگ میں جا گریں گے○‘‘

۳۔ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالدِّیْنِ○ فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ○ (۲)

’’کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے؟ تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے (یعنی یتیموں کی حاجات کو رد کرتا اور انہیں حق سے محروم رکھتا ہے)○‘‘

۴۔ لوگوں کو کفالتِ یتامٰی کی ترغیب دیتے ہوئے یتیم پرور رسول ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا:

خیر بیت فی المسلمین بیت فیه یتیم یحسن الیه و شرُّبیت المسلمین بیت فیه یتیم یساء الیه (۳)

’’مسلمانوں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم (زیرِ کفالت) ہو جس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جارہا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں بدترین گھر وہ

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۰

(۲) القرآن، الماعون، ۱۰۷: ۱

(۳) ابن ماجه، السنن، ۲: ۱۲۱۳، رقم: ۳۶۷۹

طبرانی، المعجم الاوسط، ۵: ۹۹، رقم: ۴۷۸۵

ہے جس میں کوئی یتیم (زیر کفالت) ہو مگر اس کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہے۔''

۵۔ یتیم پروری کا ثواب بیان کرتے ہوئے سرکار دو عالم نے یہ بشارت دی۔

**انا و کافل الیتیم کھاتین فی الجنة ھکذا وا شار بالسبابه والوسطیٰ (۱)**

''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح اکٹھے ہوں گے جس طرح یہ دو انگلیاں ہیں (سرکار نے دو انگلیاں ملا کر دکھائیں)۔''

مذکورہ بالا حدیث پاک یتیم پروری کے کتنے بڑے اجر و ثواب اور درجہ کو بیان کر رہی ہے کہ ایک تو جنت کی ضمانت بتائی جا رہی ہے دوسرا یہ کہ جنت میں رسول کریم ﷺ کی معیت کی بشارت ہے۔ تاجدار کائنات ﷺ یتیموں سے حسن سلوک کرنے والوں کو اتنے بڑے درجہ کی بشارت کیوں نہ دیں حالانکہ آپ ﷺ خود بھی یتیمی کی حالت سے گزرے تھے آپ کو معلوم تھا کہ حالت یتیمی میں کسی محسن و ہمدرد کی کس قدر سرپرستی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یتیم پروری سے متعلق حضور ﷺ کے اسوہ کی عملی مثالیں آئندہ صفحات میں دیکھی جائیں گے۔

تیری حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِّ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولیٰ کر دیا
آدمیت کا غرض سامان مہیا کردیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الزہد والرقائق، ۴:۲۲۸۷، رقم: ۲۹۸۳

## یتیم کے سر پر دست شفقت رکھنے کا بے مثال اجر

حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک مرتبہ ایک یتیم بچہ حاضر خدمت ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں میں ایک یتیم لڑکا ہوں، میری ایک بہن اور بیوہ ماں ہے۔ ہم کئی دنوں سے بھوکے اور مفلوک الحال ہیں ہمیں کھانے کے لئے کچھ عطا فرمایئے۔ اللہ کریم اس کھانے کے بدلے آپ کو کھلائے۔ شفیق و کریم نبی اس بچے کی اس انداز کی مودبانہ گفتگو سے خوش ہوئے اور فرمایا: ہمارے گھر جاؤ وہاں سے کھانے کے لئے جو کچھ ملے میری بارگاہ میں لے آؤ۔ تعمیلِ ارشاد کرتے ہوئے وہ لڑکا کاشانہ نبوی سے اکیس خشک کھجوریں لے آیا اور انہیں آپ کی ہتھیلی مبارک پر رکھ دیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ان کھجوروں پر پھونک ماری اور برکت کی دعا کی۔ پھر فرمایا: بیٹا! یہ سات کھجوریں تیرے لئے ہیں، سات تیری ماں کے لئے اور سات تیری بہن کے لئے ہیں۔ صبح و شام ایک ایک کھا لیا کرو۔

یہ لڑکا بارگاہِ نبوی سے اٹھ کر جانے لگا تو حضرت معاذ بن جبل ؓ اس کے پاس گئے (بعض روایات میں حضرت سعد بن ابی وقاص کا نام آیا ہے) اور اس کے سر پر دستِ شفقت رکھتے ہوئے اس کے لئے دعا کی کہ رب کریم تمہارے حالات بہتر بنائے اور تمہیں اپنے باپ کا صحیح خلف الرشید بنائے۔ نبی رحمت ﷺ اپنے تربیت یافتہ صحابی کے اس عمل کو دیکھ رہے تھے۔ یتیم بچے سے ہمدردی کرنے کے بعد حضرت معاذؓ واپس حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو باقی حاضرین کی تعلیم کے لئے سرکار دو عالم نے ان سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت معاذؓ نے جواباً عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! اس بچے پر رحمت کے جذبے سے اس وقت یتیم نواز رسول ﷺ نے فرمایا:

”مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے جو مسلمان، کسی یتیم بچے (پر دست شفقت رکھتے ہوئے اس) سے پیار کرتا ہے اللہ کریم ہر بال کے بدلے اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔ اس کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی عطا فرماتا ہے اور ہر بال کے بدلے اس کی ایک خطا معاف فرماتا ہے۔“

## غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب

کھانا کھانا انسان کی بنیادی فطری اور طبعی ضرورت ہے۔ اس لئے خالق کائنات نے انسان اول کی تخلیق کے ساتھ ہی اس کی روٹی اور معاش کا بھی بندوبست کر دیا۔ پیغمبر اکرم ﷺ ساری کائنات انسانی کے لئے ''رحمۃ للعالمین'' اور'' حریص علیکم '' بن کر تشریف لائے جس کا تقاضا تھا کہ آپ ضرورت مندوں، محتاجوں، غریبوں، مسکینوں اور بھوکوں کی معاشی فلاح کا انتظام فرماتے۔ لہٰذا آپ ﷺ کی تعلیمات اور مبارک عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک آپ ﷺ کسی مصیبت زدہ کی مصیبت دور نہ فرما لیتے، کسی بھوکے کو کھانا نہ کھلا لیتے، محتاج کی حاجت پوری نہ فرما لیتے، بے آسرا اور بے سہارا لوگوں کے لئے کوئی سہارا اور آسرا ڈھونڈ نہ لیتے، حضور رحمت عالم ﷺ کی ذات گرامی کو چین نہ آتے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی بزرگانِ دین بالخصوص حضرت سیدنا غوث اعظمؒ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا اور دیگر اولیاء کرام کے وسیع لنگر چلتے تھے۔ جن سے ہر خاص و عام متمتع ہوتا۔ آج کل بھی کئی اہل اللہ کے آستانوں پر''اطعام الطعام'' کا عمل اس انداز سے جاری وساری ہے کہ اہل دنیا دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں۔ بندہ ناچیز (مؤلف) خواجہ خواجگان حضرت قبلہ خواجہ محمد صادق دامت برکاتہ کے درِاقدس واقع گلہار شریف (جامع الفردوس) کوٹلی حاضر ہوتا رہتا ہے۔ وہاں بھی ہر خاص و عام، امیر وغریب کے لئے ''اطعام الطام'' کا منظر قابل ذکر ہے۔ اطعام اطعام کے حوالے سے اسلام کی غریب پرور تعلیمات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ قرآن حکیم نے سورۃ الدھر میں جنت میں جانے والے نیکو کاروں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

**وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًاO اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًاO** (۱)

''اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اس کی طلب و حاجت ہونے کے

---

(۱) القرآن، الدھر، ۸۔۹

باوُجود اِیثاراً) محتاج اور یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیںo (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو محض اللہ کی رضا کیلئے تمہیں کھلا رہے ہیں، نہ تم سے کسی بدلہ کے خواستگار ہیں اور نہ شکرگزاری کے (خواہشمند) ہیںo''

۲۔ سورہ مدثر میں مساکین کو کھانا کھلانے سے بے نیازی اور عدم توجہ کو دخول دوزخ کے اسباب میں سے بیان کیا گیا ہے۔ اہل دوزخ سے جب پوچھا جائے گا کہ کونسے اعمال تمہیں دوزخ میں لائے تو وہ جواب دیں گے۔

وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَo (۱)

''اور ہم محتاجوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھےo''

۳۔ سورۃ الماعون میں' جن آیات کا ذکر گزشتہ صفحات پر بھی آچکا ہے' غرباء کو کھانا نہ کھلانے کے عمل کو'' تکذیب دین'' کے مترادف قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

اَرَءَ یْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِo فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَo وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِo (۲)

''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے؟ o تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے (یعنی یتیموں کی حاجات کو رد کرتا اور انہیں حق سے محروم رکھتا ہے)o اور محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا (یعنی معاشرے سے غریبوں اور محتاجوں کے معاشی اِستحصال کے خاتمے کی کوشش نہیں کرتا)o''

۴۔ حضور نبی رحمت ﷺ نے بھوکوں کو کھانا کھلانے کی اہمیت و فضیلت بیان کرتے ہوئے اسے خود خالق کائنات کو کھانا کھلانے کے مترادف قرار دیا۔ ایک حدیث قدسی کے مطابق قیامت کے روز ''مالک یوم الدین'' اپنے ایک بندے سے ،جس نے دنیا میں کسی غریب کو کھانا دینے سے انکار کر دیا تھا، فرمائے گا:

(۱) القرآن، المدثر، ۷۴:۴۴

(۲) القرآن، الماعون، ۱۰۷: ۱۔۳

**یا ابن اٰدم استطعمتک فلم تطعمنی** (۱)

''اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔''

اس پر بندہ بارگاہ الٰہی میں عرض کرے گا کہ اے خالق و مالک حقیقی! تو خود ساری کائنات کا رازق اور کفیل ہے۔ مجھ سے کھانا کیسے مانگ سکتا تھا۔ رب العالمین کا ارشاد ہوگا دنیا میں میرے فلاں غریب ومحتاج بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے اسے کھانا نہ دیا اگر تو اسے کھانا کھلا دیتا تو تو اس کھانے کو میرے پاس موجود پاتا۔

اس حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے غریب بندوں پر لطف وکرم کی انتہا کرتے ہوئے ان کی ذات کو، اپنی ذات اور ان کے حال کو، اپنا حال قرار دیا ہے۔ یہ اگر بیمار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بیمار ہوں اگر یہ بھوکے پیاسے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی بھوک پیاس کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے کہ میں بھوکا پیاسا ہوں۔ ان غرباء کو کھلانے پلانے کو بھی اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے، غرباء کی عزت افزائی کی جاتی ہے۔

۵۔ مسکینوں اور غریبوں کے انیس وجلیس نبی مکرم ﷺ نے مختلف شرعی احکام کے کفاروں (کفارۂ صوم، کفارۂ یمین وغیرہ) میں مسکینوں کو کھانا کھلانے کی صورت بھی مقرر فرمائی ہے۔ جس سے ایک طرف تو مکلّف کی کوتاہیوں کا ازالہ ہوتا ہے تو دوسری طرف معاشرہ کے محتاجوں اور غریبوں کی مدد کی ایک صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ایصال ثواب کے لئے بھی مسکینوں کو کھانا کھلانے کی تعلیم دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں زکوٰۃ وصدقات کی صورت میں بھی غرباء کی امداد امت پر لازم فرمائی گئی ہے۔

۶۔ شادی وخوشی کے مواقع پر غرباءِ امت کو یاد رکھتے ہوئے نبی مکرم ﷺ نے اپنے

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب:البروالصلة، باب فضل عیادة المریض، ۴: ۱۹۹۰

۲۔ بخاری، الادب المفرد، ۱: ۱۸۲، رقم: ۵۱۷

ماننے والوں کو تعلیم دی کہ ایسی دعوتوں میں میری امت کے فقیروں کو بھی بلایا جائے۔ ارشاد گرامی ہے

شر الطعام طعام الولیمہ یدعی لھا الاغنیاء و یترک المساکین (۱)

''کھانوں میں بدترین کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں اہل دولت کو تو دعوت دی جائے مگر مساکین کو چھوڑ دیا جائے۔''

پیغمبر اکرم ﷺ کا یہ فرماں ہمارے لئے دعوت فکر ہے کہ ہم اپنے طرز عمل پر غور کریں کہ ہم میں کتنے افراد اپنے ہاں ہونے والی شادی بیاہ کی ضیافتوں میں غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کو بلاتے ہیں۔ ہم یہ تو کوشش کرتے ہیں کہ ہماری دعوت ولیمہ میں بڑے بڑے جاہ و منصب والے، سیاسی وڈیرے اور مالدار لوگ آئیں تاکہ محلّہ اور شہر میں ہماری دھوم مچے خواہ ہمیں قرض لے کر ہی ایسی دعوتوں کا اہتمام کرنا پڑے۔ لیکن ہم اپنے محلّہ اور پڑوس میں رہنے والے محتاجوں اور فقیروں یہاں تک کہ غریب رشتہ داروں کو بھی بھول جاتے ہیں۔ اے کاش! ہم اپنے نبی رحمت ﷺ کی تعلیمات اپنی عملی زندگی میں اتارتے۔

## حدیث ''ایمان اور اپنے بھائی کے لئے پسند'' کی دو صورتیں

محسن انسانیت، رسولِ رحمت حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک فلاحی اور خوشحال معاشرہ کی تشکیل کے لئے ایمان کا ایک بنیادی اصول اور تقاضا یہ بتایا ہے کہ کامل الایمان بننے کے لئے ضروری ہے کہ جو چیز تم اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی چیز اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے پسند کرو۔ ارشاد گرامی ہے:

قال رسول اللہ و الذی نفسی بیدہ لا یومن احدکم (و فی روایۃ

---

(۱) بخاری، الصحیح، ۵:۱۹۸۵، کتاب النکاح، رقم: ۴۸۸۲

ابوداؤد، السنن، ۳:۳۴۱، رقم: ۳۷۴۲

عبد) حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه (۱)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی شخص (یا کوئی بندہ) اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے۔''

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں شیخ الاسلام استاذی مکرم پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، عدل اور احسان کا فرق سمجھاتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

''میرے نزدیک مذکورہ حدیث شریف میں دو حالتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک حالتِ عدل ہے اور دوسری حالت احسان ہے۔ حالتِ عدل میں مسلمان ہونے کے لئے کم از کم شرط یہ ہے کہ انسان اس حد تک بے لوث اور بے غرض ہو اور معاشرے کے دیگر افراد کے حق میں اس حد تک دردمند بھی خواہ، نفع بخش اور فیض رساں ہو جائے کہ جو کچھ وہ اپنی ذات کے لئے پسند کرے یا روا رکھے۔ کم از کم وہی کچھ دوسروں کے لئے بھی پسند کرے اور ہو سکے تو مہیا بھی کرے یعنی اپنے حقوق و مفادات اور دوسروں کے حقوق و مفادات میں کوئی فرق تصور نہ کرے۔ اگر خادم رکھنا ہو تو اسے کھانے اور پہننے کے لئے وہی کچھ دے جو خود کھاتا اور پہنتا ہے۔ اگر معاشرے کے لوگ بنیادی ضروریات سے محروم ہوں اور اہل دولت تعیشات کی زندگی بسر کرتے رہیں تو یہ عدل کے خلاف ہے۔ یعنی جو سہولتیں وہ خود کو مہیا کرنا چاہتا ہے دوسروں کے لئے بھی ان کا خیال رکھے۔ اگر یہ احساس اور درد دل و دماغ میں مفقود ہو اور عمل ان خصائص سے عاری ہو تو زندگی خلاف عدل ہوگی۔ کیونکہ خلافِ عدل کو ظلم کہتے ہیں اور ''ظلم'' منافی ایمان ہے۔ اس صورت میں یہ سمجھنا چاہئے کہ ایمان کا ادنی تقاضا بھی پورا نہیں ہو رہا۔

حالتِ احسان، کمالِ ایمان سے متعلق ہے۔ پہلی صورت میں جو کچھ اپنی ذات

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، ۱:۱۴، رقم:۱۳

۲۔ مسلم،الصحیح، کتاب الایمان، ۱:۶۸،رقم:۴۵

کے لئے پسند تھا اسی کے برابر دوسروں کے لئے بھی پسند کرنے کا حکم دیا جارہا تھا۔ اس صورت میں انسان اپنے حق سے دستبردار نہیں ہو رہا تھا بلکہ مفہوم یہ تھا۔ کہ جن لذات حیات سے تم خود لطف اندوز ہو رہے ہو ان سے دوسرون کو بھی متمتع ہونے کا موقع دو۔ لیکن حالتِ احسان میں تصور بدل گیا۔ یہاں تقاضائے ایمان یہ ہے کہ" حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ" جو اس نے اپنی ذات کے لئے پسند کیا تھا وہی بجائے اپنی ذات پر صرف کرنے کے دوسروں کے لئے صرف کردے۔

ذرا غور فرمایئے حدیث میں" مثل ما یحب لنفسہ" (جو کچھ اپنے لئے پسند کرتا ہے اسی کی مثل دوسروں کے لئے بھی پسند کرے) کے الفاظ نہیں آئے بلکہ الفاظ یہ ہیں" ما یحب لنفسہ" کہ وہی جو اپنے لئے پسند کرتا ہے خود پیکر ایثار بن کر دوسرے کو اس سے فیضیاب کردے۔

- عدل یہ تھا کہ خود بھی لطف اٹھائے اور دوسروں کو بھی لطف اٹھانے دے

  احسان یہ ہے کہ اپنا لطف قربان کر کے دوسروں کو بہم پہنچائے
- عدل یہ تھا کہ اپنے لئے بھی جئے اور دوسروں کے لئے بھی

  احسان یہ ہے کہ صرف دوسروں کے واسطے زندہ رہے
- عدل یہ تھا کہ کسی کو دکھ نہ پہنچے

  احسان یہ ہے کہ اپنے سکھ بھی دوسروں میں بانٹ دے
- عدل شرط ایمان تھا اور احسان کمالِ ایمان
- عدل مساوات تھی اور احسان سراسر ایثار

احسان کی مثال اس مشہور واقعہ جنگ سے بھی بخوبی سمجھی جاسکتی ہے جس میں کئی صحابہ نے ایک دوسرے کی خاطر ایثار کیا یہاں تک کہ سب شہید ہوگئے اور پانی کوئی نہ پی

سکا اسی حالت اور عمل کا نام دردِ دل ہے جو وجہ تخلیق انسانیت ہے۔''(۱)

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ اور اس کی وضاحت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دین و ایمان صرف کلمہ پڑھنے اور نماز روزے کی ادائیگی ہی کا نام نہیں بلکہ جب تک کوئی شخص اپنے گردو پیش اور اپنی سوسائٹی میں فقراء و مساکین سے مالی ہمدردی و غم خواری نہیں کرتا اور اپنے وسائل، ان کے مسائل حل کرنے میں خرچ نہیں کرتا' وہ تکمیلِ ایمان کا دعوی نہیں کرسکتا۔ اس سلسلہ میں غمگسارِ انسانیت ﷺ کا ایک اور فرمان ملاحظہ ہو۔ تاجدار کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**لیس المومن الّذی یشبع و جارہ جائع الی جنبہ** (۲)

''وہ شخص (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جو خود تو پیٹ بھر کر کھا لے اور اس کے پہلو میں اس کا پڑوسی بھوکا پڑا ہو۔''

اس حدیث پاک میں جار (پڑوسی) کی وضاحت میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا وہ قول توجہ طلب ہے جسے امام بخاری نے الادب المفرد میں ولید بن دینار سے روایت کیا ہے کہ امام حسن سے پوچھا گیا کہ ارشاد رسول میں جار (پڑوسی) سے مراد کون ہے؟

انہوں نے فرمایا: چالیس گھر سامنے، چالیس گھر پیچھے، چالیس گھر دائیں اور چالیس گھر بائیں۔

گویا یہ اہل ثروت و استطاعت کے لئے حیطہ کفالت ہے۔ اگر انسان صاحب استطاعت ہو اور اتنے دور تک لوگ فاقہ کی حالت میں ہوں یا ان کی ضروریات کماحقہ

(۱) ڈاکٹر محمد طاہر القادری، اسلامی فلسفہ زندگی: ۵۱۔۵۲

(۲) بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۰

پوری نہ ہو رہی ہوں اور ان کا کوئی پرسان حال نہ ہو تو صاحب استطاعت مسلمان پر اتنی حدود تک انفاق و احسان واجب ہے اگر اس کی دولت صرف اسی کی زندگی کی آسائشات وتزئینات پر خرچ ہو رہی ہے اور اس کے ماحول میں لوگ بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم ہوں تو یہ دولت مندی حرام ہے۔ اس طرح انسان ایمان کے تقاضوں کو پورا نہیں کرسکتا۔

توجہ طلب امر یہ ہے کہ معلم انسانیت ہمسایوں کا اس قدر خیال رکھنے کی تعلیم دیں کہ کوئی بھوکا نہ سوئے لیکن آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے سے اتنے بے نیاز اور لاپرواہ ہیں کہ ہمسائے کی بھوک دور کرنا تو کجا ہمیں سالہا سال تک اتنا پتا بھی نہیں ہوتا کہ ہمارے دائیں بائیں یا فلیٹس کی صورت میں اوپر یا نیچے کون رہتا ہے؟ آج کے کمپیوٹر اور مشینی دور نے دنیا کو تو ''گلوبل ویلج'' بنا دیا ہے لیکن پاس رہنے والوں سے غافل کر دیا ہے۔ اقبال نے سچ کہا تھا

احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

ہمیں مشہور صوفی بزرگ حضرت بشر حافیؒ کے اس عمل سے بھی رہنمائی لینی چاہئے جو شدید سردی میں گرم اور موٹے کپڑے دیوار سے لٹکا کر خود عام کپڑوں سے ٹھٹھرتے تھے۔ پوچھنے پر جواب دیتے کہ میں اپنے شہر یا گاؤں کے سارے محتاجوں اور ضرورت مندوں کو گرم کپڑے مہیا نہیں کرسکتا۔ اس لئے اپنے آپ کو ان سے متمتع کیوں کروں میں اپنے اوپر بھی انہی کی کیفیت طاری کر رہا ہوں۔

## نفلی حج و عمرہ یا مساکین سے مالی ہمدردی (امام غزالیؒ کے نزدیک)

حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ دنیائے اسلام کے جلیل القدر امام ہیں۔ جنہوں نے شریعت و طریقت اور ارکان اسلام کی حکمتوں پر گراں قدر کتب تصنیف کی ہیں۔ آج کل عالم مغرب میں بھی ان کی تصنیفات پر بہت کام ہو رہا ہے۔ وہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''احیاء علوم الدین'' میں فقراء و مساکین کی مالی معاونت اور ان کی غم خواری کے متعلق ایک معروف صوفی بزرگ حضرت بشر بن حارث کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کا ایک

عقیدت مند نفلی حج پر جاتے ہوئے الوداعی سلام کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہنے لگا: حضور مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ حضرت بشر نے فرمایا: تو نے حج کے لئے کتنی رقم اکٹھی کی ہے؟ اس نے جواب دیا: دو ہزار درہم۔ پھر آپ نے پوچھا: حج کرنے سے تیرا مقصود کیا ہے؟ جواب دیا: خوشنودی خدا۔ آپ نے فرمایا: اگر تیرے رب کی خوشنودی تجھے گھر بیٹھے نصیب ہو جائے اور ہو بھی یقینی تو سفر کی تکلیف سے بچ جائے گا کیا تو ایسا کرنے کو تیار ہے؟ اس عقیدت مند نے عرض کیا: ہاں۔ لیکن یہ کیسے ہوگا؟ موصوف بزرگ نے جواب دیا: اگر تو جمع شدہ درہم کسی پریشاں حال مقروض، یتیم یا مسکین کی حاجت پوری کرنے کے لئے انہیں دے دے اور ان کے دل کو خوش کر دے تو اللہ تعالیٰ خوش ہو جائے گا اور تجھے کئی حجوں کا ثواب عطا کرے گا۔ کیونکہ کسی بندہ مومن کے دل کو خوش کرنا، کسی پریشاں حال کی پریشانی دور کرنا، کسی غمزدہ کی مدد کرنا یا کسی کمزور کی اعانت کرنا سو نفل حجوں سے افضل ہے۔ اس لئے بقول مولانا رومؒ:

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ ، یک دل بہتر است

پنجاب کے معروف صوفی شاعر حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ فرماتے ہیں:

ایہہ تن رب سچے دا حجرہ وچ پا فقیرا جھاتی ہو
نہ کر منت تو خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ہو
شوق دا دیوا بال ہنیرے متاں لبھی یار کھڑاتی ہو
مرن تھیں پہلے مر رہے باہو جہاں حق دی رمز پچھاتی ہو

بندہ مومن کے دل کو خوش کرنا ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ جب کسی مسکین و غریب کی ضرورت پوری کی جائے گی تو اس کا دل یقیناً خوش ہوگا۔ جو کہ عرفاء کے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کا عرش ہے (قلب المومن عرش اللہ تعالیٰ) ہمارے معاشرے کا

رجحان کچھ اس طرح بن گیا ہے ہمارے سرمایہ دار، تاجر حضرات اور صاحب ثروت لوگ ہر سال حج اور عمرہ پر جاتے ہیں۔ بلا شک وشبہ حج اور عمرہ بہت بڑی عبادت بھی ہے اور سعادت بھی گنبد خضری کی زیارت ، ایمان کی حلاوت کا باعث ہے۔ لیکن گنبد خضری کے مکین کے کسی غریب اور دکھی امتی کی مدد کرنا بھی دو جہاں کے تاجدار کی خوشی کا باعث ہے کیونکہ امت کے والی کو جتنی شفقت اور پیار اپنی امت سے ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ جو شخص حضور نبی اکرم ﷺ کے امتی کی مدد کرے گا وہ بھی بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں مقبول ہوگا۔ مساجد پر پیسہ خرچ کرنا بہت بڑی نیکی اور اجر کا ثواب ہے کیونکہ یہ اللہ کے گھر ہیں ( لوگوں کے حقوق غصب کر کے غریبوں کا استحصال کر کے مساجد و مدارس کی تزئین و آرائش پر اپنی سخاوت و فیاضی کا ڈنکا بجانے کے لئے اسلامی تعلیمات کی روح کے منافی ہے ) لیکن دکھی دلوں کو ڈھارس پہنچانا اور شکستہ خاطر مسکینوں، غریبوں، بے کسوں کے دلوں کو خوش کرنا بھی بہت بڑی نیکی ہے۔ ابو بن ادھمؒ کی معروف حکایت جو کہ سکولوں کالجوں کی انگریزی کی نصابی کتب میں لکھی ہوئی ہے کہ رات کو سوئے ہوئے اٹھتے ہیں تو ایک نورانی ہستی کو ایک نورانی کتاب میں کچھ لکھتے ہوئے پاتے ہیں۔ پوچھنے پر جواب دیا کہ یہ ان لوگوں کے نام ہیں جو اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ ابو بن ادھمؒ اپنا نام پوچھتے ہیں جواب ملتا ہے کہ آپ کا نام نہیں ہے۔ ابو بن ادھم کہتے ہیں کہ میرا نام ان لوگوں کی لسٹ میں لکھ لیں جو اللہ کے بندوں سے محبت کرتے ہیں فرشتہ کچھ لکھ کر غائب ہوگیا۔ اگلے روز فرشتہ نے موصوف کو ان لوگوں کی لسٹ دکھائی جن سے اللہ محبت کرتا ہے۔ اس فہرست میں ابو بن ادھم کا نام سب سے اوپر تھا۔ علامہ اقبال نے اسی مفہوم کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا تھا:

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں ، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

(اقبال)

## خدام اور غلاموں سے حسنِ سلوک

غلاموں کو سریرِ سلطنت پر جس نے بٹھوایا
یتیموں کے سروں پر کر دیا اقبال کا سایہ
گداؤں کو شہنشاہی کے قابل کر دیا جس نے
غرورِ نسل کا افسوں، باطل کر دیا جس نے

محسن انسانیت، پیغمبر انقلاب حضور نبی اکرم ﷺ کے دین رحمت اور ہمہ جہتی انقلاب نے جس طرح مختلف کمزور طبقات انسانی کو عزت و احترام کے حقوق عطا کیے، اسی طرح غلاموں محکوموں، خادموں اور ماتحتوں کی بنیادی ضروریات اور ان کے آرام و سکون کے لئے حقوق مقرر فرمائے۔ نبی رحمت ﷺ نے اپنی تعلیمات اور مبارک عمل سے زیردستوں غلاموں خادموں اور کمزور محکوموں کو وہ مقام و مرتبہ اور شرف عطا کیا کہ

غلاموں کو زمانے بھر کا مولیٰ کر دیا

نبی رحمت ﷺ کی بعثت سے قبل، دنیا کے اکثر معاشروں میں غلاموں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا جاتا تھا۔ ایران و روم اور یورپ و ہندوستاں کہیں بھی ان کے جذبات و احساسات اور حاجات و ضروریات کا خیال نہیں رکھا جاتا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے آ کر اس مظلوم طبقہ کو وہ حقوق عطا کیے جو آج کے انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردار امریکہ و یورپ کے آئین و نظام میں بھی کہیں دکھائی نہیں دیتے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات سے اس مظلوم و مقہور طبقہ کو پہلی دفعہ سکھ اور چین کا سانس نصیب ہوا اور انہیں بھی اپنے اشرف المخلوقات ہونے کا احساس ہوا۔ اس سلسلہ میں آپ ﷺ کی غلام پرور تعلیمات ملاحظہ ہوں۔ بعد ازاں اگلے حصہ میں آپ ﷺ کا مبارک عمل بیان کیا جائے گا۔

۱۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ معروف صحابی رسول تھے۔ انہی کے فقر کو علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنے کلام میں ”فقرِ بوذر“ کہتے ہوئے جابجا حوالہ کے طور پر ذکر کرتے

ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ایک غلام کو گالی دی اور اسے ماں کا عار دلایا۔ انہوں نے جا کر تمیزِ بندہ و آقا کو مٹانے والے پیغمبر انقلاب ﷺ کی بارگاہ میں جا کر شکایت کر دی تو غلام پرور آقا نے مجھے ڈانٹتے ہوے فرمایا:

''اے ابو ذر! کیا تو نے اسے ماں کا عار دلایا بے شک تو ایسا آدمی ہے جس میں دورِ جاہلیت کے فخر و غرور کی ابھی تک بو ہے۔'' آپ ﷺ نے مزید فرمایا

**اخوانکم خولکم جعلهم الله تحت ایدیکم فمن کان اخوه تحت یده فلیطعمه مما یاکل و لیلبسه مما یلبس و لا تکلفوهم ما یغلبهم فان کلفتموهم فاعینوهم** (۱)

تمہارے یہ غلام جو اللہ نے تمہارے ماتحت کئے ہیں، تمہارے بھائی ہیں تو جس کا بھائی اس کے قبضہ میں ہو اسے چاہئے کہ وہ اپنے غلام اور خادم بھائی کو اسی کھانے میں سے کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور اسے وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے اور انہیں ایسے مشکل کام کی تکلیف نہ دے جو ان کے لئے ناقابل برداشت ہو۔ اور اگر ایسے کام کی زحمت دینا ناگزیر ہو تو اس کام میں ان کا ہاتھ بٹاؤ اور اعانت کرو۔''

اس حدیث پاک نے غلاموں اور خادموں کے حقوق کا جو چارٹر پیش کیا ہے پوری تاریخ انسانی میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس حدیث پاک میں غلاموں اور خادموں کے متعلق درج ذیل نکات بیان کئے گئے۔ ہیں۔

۱۔ غلاموں اور خادموں کو اپنا دینی بھائی سمجھا جائے ان کی ضروریات و آسائشات کا بھی خیال رکھا جائے۔ کسی کو حاکم بنا دینا اور کسی کو محکوم، کسی کو آقا بنا دینا اور کسی کو غلام، یہ سب اللہ تعالیٰ کی انتظامی و تکوینی حکمتوں کے تحت ہے۔ اسے عزت اور فضیلت کا معیار نہ سمجھا جائے۔

---

(۱) ا۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۲۰، رقم: ۳۰

۲۔ غلاموں کو وہی کھانا کھلاؤ جو تم اپنے لئے کھانا پسند کرتے ہو۔ یعنی ان کے خورد و نوش کا مناسب اہتمام ہونا چاہیے۔

۳۔ غلاموں کے لباس کا بندوبست کیا جائے۔ گرمی سردی کے موسمی حالات کے مطابق ان کے کپڑوں کا اہتمام کیا جائے۔

۴۔ ان کی ہمت و طاقت سے بڑھ کر ان سے کام نہ لیا جائے۔

۵۔ اگر کوئی ایسا کام ان کے سپرد کیا جائے جس میں انہیں غیر معمولی مشقت اٹھانا پڑے تو خود بھی اس کام میں شریک ہو جانا چاہیے۔

پیغمبر اکرم ﷺ کے اس ارشاد کے بعد حضرت ابو ذر غفاری ؓ کا یہ معمول تھا کہ جو کپڑا موسم کے مطابق خود پہنتے وہی کپڑا اپنے غلام کو دیتے۔ جو کھانا خود کھاتے وہی اپنے غلام کو عطا فرماتے۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**إذا صنع لاحدكم خادمه طعامه ثم جاء به و قد ولی حره و دخانه فليقعده معه فلياكل فان الطعام مشفوها قليلًا فليضع فی يده منه أكلة او أكلتين** (۱)

”جب تم میں سے کسی کا خادم اس کا کھانا تیار کر کے اس کے پاس لائے اس حال میں کہ اس خادم نے کھانا تیار کرنے کی گرمی سہی ہے اور اس نے آگ کا دھواں برداشت کیا ہے تو اس مالک کو چاہیے کہ وہ خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے اور اگر کھانا کم بھی ہو تو پھر بھی اس کے ہاتھ میں ایک دو لقمے ضرور رکھ دے۔“

۳۔ ایک آدمی بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اپنے خادموں کو آخر

---

(۱) مسلم، الصحیح، ۳: ۱۲۸۴، رقم: ۱۶۶۳

کتنی مرتبہ تک درگزر کریں۔ آپ خاموش رہے۔ صحابی نے دوبارہ پوچھا آپ پھر خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ پوچھنے پر مسکین نواز آقا نے فرمایا:

اعفوا عنه كل يوم سبعين مرة (۱)

''اس سے ہر روز ستر مرتبہ بھی درگزر کرنا پڑے تو معاف کردو۔''

سرکار دو عالم ﷺ کے بھی ذاتی خدام تھے ان کے ساتھ آپ ﷺ کا کیسا سلوک تھا، اس کی تفصیل تو اگلے جز مسکین نواز نمونہ میں دی جائے گی، صرف ایک روایت سے اندازہ لگائیں کہ آپ خدام کی غلطیاں کیسے معاف فرماتے تھے۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ

ماضرب رسول الله ﷺ خادما و لا امرأة قط (۲)

''رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی کسی خادم یا عورت کو نہ مارا۔''

مذکورہ بالا روایات میں غلاموں اور خادموں کے متعلق جن تعلیمات کا ذکر کیا گیا ہے محسن انسانیت ﷺ نے اپنے عملی نمونہ سے ایسی مثالیں پیش کیں کہ غلام اپنے مقدر پر نازاں ہونے لگے اور ان کے مقام و مرتبہ اور عزت افزائی دیکھ کر دیگر لوگ ان کی غلامی پر رشک کرنے لگے حضرت زیدؓ کا نام کون نہیں جانتا۔ یہ حضور نبی اکرم ﷺ کے غلام ہی تو تھے لیکن اتنا مقام ملا کہ قرآن مجید میں اگر کسی صحابی کا نام آیا ہے تو یہ وہ واحد صحابی ہیں، جن کا نام لے کر سورہ احزاب میں عزت افزائی کی گئی ہے ۔ ان کے بیٹے حضرت اسامہؓ سے اس قدر پیار فرماتے کہ ایک ران پر حضرت امام حسنؓ کو بٹھاتے اور دوسری ران پر حضرت اسامہؓ کو بٹھا کر اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتے: کہ اے باری تعالیٰ میں ان دونوں سے محبت فرماتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔

ایک دفعہ یہی غلام زادہ حضرت اسامہؓ دروازے کی چوکھٹ سے پھسل کر گر

(۱) ابو داؤد، السنن، باب فی حق المملوک، ۴: ۳۴۱، رقم: ۵۱۶۴

(۲) ابو داؤد، السنن، ۴: ۲۵۰، رقم: ۴۷۸۶

پڑا جس سے چہرہ گرد آلود ہوگیا۔ آپ اس کے چہرے سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمانے لگے: اگر اسامہ لڑکی ہوتی تو میں اسے زیور پہناتا، اسے عمدہ کپڑے پہناتا حتی کہ اس کے کانوں میں بالیاں پہنانے کے لئے سوراخ کرتا۔ یہی اسامہ تھا جسے وصال سے پہلے ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر روانہ کیا۔ حالانکہ یہ کم عمر تھے اور بڑے بڑے تجربہ کار جلیل القدر صحابہ کرام ﷺ بھی موجود تھے۔ سرکار ﷺ کی غلام پروری دیکھ کر واقعی یہ کہنا پڑتا ہے:

تیری حکمت نے یتیموں کو کیا در یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولیٰ کردیا

❁❁❁

جس کو حقارت سے دنیا نے دیکھا اور منہ پھیر لیا
اس کو بھی سینے سے لگایا میرے کملی والے نے

## وصال کے وقت بھی نماز اور غلاموں کی فکر

حضرت انس ﷺ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے وصال کے وقت جو آخری وصیت فرمائی وہ نماز اور غلاموں سے متعلق تھی۔ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ پر نزع کا عالم طاری تھا، زبان ہلانا مشکل ہو رہا تھا، لیکن آپ ﷺ فرما رہے تھے۔

**الصلوة، الصلوة، اتقوا الله فيما ملكت ايمانكم** (۱)

”(اے میری امت) نماز نماز یعنی نماز کا خیال رکھنا اور اپنے غلاموں (زیر دستوں) کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔“

---

(۱) ۱۔ بخاری، الادب المفرد: ۲۶

۲۔ ابو داؤد، السنن، ۴: ۳۳۹، رقم: ۵۱۵۶

ممتاز محقق حافظ محمد سعد اللہ ''ما ملکت ایمانکم'' کے مفہوم کی وسعت بیان کرتے ہوئے اپنی تالیف ''غریبوں کے والی'' میں یوں رقمطراز ہیں۔

''علماء اگرچہ ''ما ملکت ایمانکم'' سے غلام ہی مراد لیتے ہیں مگر یہ جملہ اپنے اندر وسیع مفہوم لئے ہوئے ہے۔ اگر صرف اصطلاحی غلام ہی مراد ہوتا تو اس کے لئے یہاں ''عبیدکم'' یا ''موالیکم'' کے الفاظ لانے میں کوئی نحوی امر مانع نہیں تھا۔ ما ملکت ایمانکم کا لفظی معنی ہے ''وہ چیز جس کے مالک تمہارے داہنے ہاتھ ہوں'' اردو میں اس کا بہترین ترجمہ ''زیر دست'' ہے۔ دفاتر میں ہر چھوٹا، بڑے کا زیردست ہے۔ کارخانوں میں مزدور، مالک کا زیر دست ہے۔ زمینوں میں مزارع، زمیندار کا زیر دست ہے۔ غریب ''کمی'' آدمی، سرمایہ دار اور جاگیردار کا زیر دست ہے۔ بیوی، شوہر کی زیر دست ہے۔ گویا ہر مسلمان کے لئے وصیت نبوی ہے کہ وہ اپنے زیر دست اور ماتحت کا خیال رکھے۔ (۱)

خلاصہ کلام یہ ہے غلاموں اور زیر دستوں کے متعلق وہ سرمایہ دار اور صاحب ثروت اپنے رویے کا جائزہ لیں جو نوکروں چاکروں اور خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا تو کجا ان کے پاس بیٹھنا بھی اپنی توہین اور کسرِ شان سمجھتے ہیں۔ وہ خود تو عالیشان بنگلوں کوٹھیوں، سردیوں گرمیوں کے قیمتی ملبوسات اور اعلیٰ قسم کے کھانوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں جبکہ ان کے خدام لنڈا بازار کے کپڑوں اور دال روٹی کو بھی ترستے ہیں۔ سرمایہ دار اور جاگیر دار اپنے کتوں کے لئے سپیشل ڈاکٹرز رکھتے ہیں جبکہ غریب بے چارے خدام بیمار ہو جائیں تو بستر علالت پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے ہیں۔ کیا یہ خدام انسان نہیں ہیں؟ ان کے ساتھ یہ ناروا سلوک کیوں؟

ماضی قریب کے ایک بلند پایہ صوفی بزرگ میاں شیر محمد شرقپوریؒ کے متعلق ان کے عقیدت مندوں میں یہ واقعہ مشہور ہے جس کا یہاں ذکر کرنا اس مضمون کی اہمیت کو مزید واضح کر دے گا۔ آپ کی بارگاہ میں آپ سے ملنے کے لئے ایک گاؤں کے

---

(۱) حافظ محمد سعد اللہ، غریبوں کے والی: ۲۹۹

چوہدری، شرقپور شریف (نزد لاہور) حاضر ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے گاؤں کا ایک ''کمی'' خادم بھی تھا۔ پنجاب کے دیہاتوں میں غیر کاشتکار طبقہ کو لوگ ''کمی'' کہتے ہیں۔ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت اس نے اپنے ''کمی'' کو باہر ہی اپنے گھوڑے کے پاس چھوڑ دیا۔ جب میاں صاحب کی طرف انہیں کھانا پیش کیا گیا تو کہنے لگا کہ میرے کمی کے لئے باہر کھانا بھجوا دو۔ آپ نے فرمایا اسے بھی بلالو اور اکٹھے کھا لو لیکن اس نے کہا: وہ کمی ہے۔ اس کا کھانا ادھر ہی بھجوا دیا جائے۔ صوفیاء چونکہ سنت مصطفیٰ ﷺ کے بہت قریب ہوتے ہیں اس لئے میاں صاحب شرقپوریؒ، چوہدری کو سکھانے کے لئے اس کے خادم (کمی) کو بلواتے ہیں اور اپنے ساتھ کھلاتے ہوئے چوہدری سے کہتے ہیں:

میں بھی کمی ہوں اپنے نبی کا، اس لئے دو کمی اکٹھا کھاتے ہیں۔ آپ چوہدری ہیں آپ الگ کھائیں'' آپ کے اس عمل سے چوہدری بہت شرمندہ ہوا اور اس نے آپ سے اپنے اِس متکبرانہ اور متفخرانہ رویہ کی معافی مانگی۔

## ''مزدور کی مزدوری، پسینہ خشک ہونے سے پہلے۔'' ایک غریب پرور نظریہ

مزدور، ہر دور میں معاشرہ کا ایک مظلوم اور استحصال زدہ طبقہ رہا ہے یہاں تک کہ آج کے متمدن اور ترقی یافتہ دور میں بھی اس کے استحصال اور بے چارگی پر علامہ مرحوم کے اس شعر کا بجا طور پر اطلاق ہوتا ہے۔

تو قادرِ مطلق ہے مگر تیرے جہاں میں
ہیں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات

مزدور بے چارہ ایک طرف تو اپنی معاشی تنگیوں کے باعث اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالنے اور ان کی تعلیم و علاج کی فکر میں مضطرب و پریشاں رہتا ہے تو دوسری طرف معاشرہ بھی اسے عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ مسکین نواز رسول اکرم ﷺ نے اس کی پریشانیوں کا ازالہ کرنے کے لئے نہ صرف محنت کی عظمت کو اجاگر کیا بلکہ عملاً ان سے محبت

کر کے معاشرے میں انہیں باعزت مقام عطا فرمایا۔ ایک طرف محبّ الفقراء والغرباء ﷺ نے الکاسب حبیب اللہ (محنتی اللہ کا دوست ہے) کہہ کر مزدوروں اور محنت کشوں کی حوصلہ افزائی فرمائی تو دوسری طرف ایک مزدور صحابی کے آبلہ دار ہاتھوں کو اپنے مبارک ہونٹوں سے بوسہ دے کر ان کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔ وہ مزدور، معاشرہ کے معززین جنہیں اپنے پاس بٹھانا بھی مناسب نہیں سمجھتے، اس کے ہاتھوں کو وہ عظیم شخصیت چومتی ہے جن کے قدموں کا بوسہ لینا جبریل بھی اپنے لئے باعث اعزاز سمجھتا ہے۔

آجر اور اجیر کے درمیاں ہر دور میں حقوق و فرائض کا معاملہ وجہ نزاع رہا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے ایک فرمان کے ذریعے اس مسئلہ کا واضح حل عطا فرما دیا۔ آپ ﷺ کا مشہور زمانہ فرمان ایک طرف تو آجر کو مزدوروں کی خیر خواہی کی تعلیم دے رہا ہے تو دوسری طرف اجیر (مزدور) کو بھی اس کی ذمہ داری کا احساس دلا رہا ہے۔ معلم انسانیت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

**اعطوا لاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ** (۱)

''مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو۔''

اس حدیث پاک سے درج ذیل دو امور خاص طور پر واضح ہو رہے ہیں۔

۱۔ آجر (کارخانہ دار، مل مالک) کو چاہئے کہ اپنے اجیر (مزدور) کا مناسب اور جائز معاوضہ بروقت ادا کر دے تاکہ وہ اپنی ضروریات زندگی مناسب پر پوری کر سکے۔

۲۔ اجیر (مزدور) کو بھی چاہئے کہ وہ اپنی روزی حلال کرنے کے لئے پوری دیانتداری اور فرض شناسی سے ڈیوٹی ادا کرے۔ وہ اپنی مفوضہ ڈیوٹی میں کام چور اور بددیانت نہ بنے۔ پسینہ آنا کنایہ ہے محنت و مشقت سے

مفکر اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی، حضور ﷺ کی غریب

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۸۱۷، رقم: ۲۴۴۳
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶:۱۲۰، رقم: ۱۱۴۳۴

پروری کے عنوان سے، ایک نشری تقریر میں، مذکورہ حدیث پاک کے حوالہ سے اسلام کا انقلابی تصور پیش کرتے ہیں جس کی تلخیص ملاحظہ ہو۔

''دنیا کے غیر اسلامی معاشرے مطالبہ حقوق کے تصور پر قائم ہیں جبکہ اسلامی معاشرہ کی بنیاد ایتائے حقوق یعنی ادائیگی فرض کے تصور پر رکھی گئی ہے۔ یعنی ہر شخص اپنے حق کا مطالبہ کرنے کی بجائے صرف اپنے فرض کی ادائیگی پر مامور ہو۔ اجیر (مزدور) کا فرض ہے کہ وہ پوری صلاحیت اور استطاعت سے اپنے اوقات کار میں دیانتداری سے ذمہ داری نبھائے جبکہ آجر کا فرض ہے کہ محنت کش کی محنت اور اس کی ضروریات کے پیش نظر وقت مقررہ پر اس کا جائز معاوضہ ادا کرے۔ اگر معاشرہ اس پر عمل شروع کردے تو آئے روز کے جھگڑے اور احتجاج خود بخود ختم ہو سکتے ہیں۔ ہر شخص اپنے مقررہ اور معینہ فرض کو ادا کرنے پر مصر ہو تو ہر ایک کا حق از خود ادا ہوتا رہے گا۔ کیونکہ اپنے فرض کو پورا کرنا درحقیقت دوسرے کا حق ادا کرنے کے مترادف ہے۔ اسلام جس معاشرہ کی تشکیل چاہتا ہے اس کے افراد دوسروں کے پاس اپنا حق مانگنے نہ جائیں بلکہ دوسروں کے پاس چل کر ان کا حق دینے جائیں۔ اسی معاشرے کا نام اسلامی معاشرہ ہے جس میں کسی کا دستِ سوال کسی کے سامنے نہ اٹھے بلکہ دست عطا اٹھے۔ مگر کوئی سائل نہ ہو ہاتھ دینے کے لئے اٹھے مگر لینے کے لئے دامن نہ ہو۔ اگر حقوق کی ادائیگی کا ایسا موثر نظام عمل میں آجائے تو یہی اسلام کے اجتماعی نصب العین کے حصول کی ضمانت ہے۔''

محسنِ انسانیت رحمتِ دوعالم ﷺ کمزوروں غریبوں اور مزدوروں کے ملجا و ماوی رسول ﷺ نے انسانیت کو ایک ایسا نظام رحمت عطا فرمایا جس کا مقابلہ دنیا کا کوئی نظام، نظریہ اور فلسفہ نہیں کرسکتا۔ موجودہ دور کے معاشی نظریات پر اسلامی تصور کی فوقیت بیان کرتے ہوئے قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہر القادری اسلامی فلسفہ زندگی میں یوں رقمطراز ہیں:

''دنیا کے تمام غیر اسلامی معاشرے مطالبہ حقوق (Demand of Rights) کے تصور پر قائم ہوتے ہیں۔ اشتراکی معاشرے میں قومی جدوجہد کی بنیاد اجتماعی حقوق کے مطالبے پر قائم ہے۔ جس سے انفرادی حقوق کی نفی ہوتی ہے۔ اس طرح اجتماعی اور

انفرادی حقوق کے درمیان تصادم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ جسے آج تک سرمایہ دارایت یا انفرادیتی فلسفہ صحیح طور پر رفع نہیں کرسکا۔

اشتمالی و اشتراکی معاشرہ ہو یا انفرادی و سرمایہ دارانہ، افراد اور معاشرے کے حقوق باہم متغایر اور جدا جدا ہو جاتے ہیں۔ دونوں میں یقیناً تضاد اور تصادم جنم لیتا ہے۔ جسے ان دونوں فلسفوں کے ذریعے دور نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ دونوں کی اساس عمل مطالبہ حقوق ہے۔ مطالبے کی ضرورت اسی وقت پیش آتی ہے جب کسی کا حق از خود ادا نہ ہو رہا ہو۔ لہٰذا جب اندریں صورت مطالبہ ہوتا ہے تو فریقین کے مفادات کے درمیان تصادم واقع ہو جاتا ہے۔ ہر کوئی اپنے حق کی ادائیگی کا مطالبہ کرتا ہے۔ نتیجۂ فرض کی ادائیگی نظر انداز ہو جاتی ہے چنانچہ جب فرض ادا کئے بغیر حق مانگا جانے لگے تو معاشرے میں زوال اور انحطاط ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس کی بہتری متوقع نہیں ہوتی۔ اس وقت ہم اس صورتِ حال میں گرفتار ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص اپنے حقوق کی بات کرتا ہے لیکن اپنے فرائض کی ادائیگی کی طرف کوئی بھی متوجہ نہیں ہوتا۔ یہی اندازِ فکر مادی ہے اور ایسے افراد ''مادی الذہن'' کہلاتے ہیں۔ اس اندازِ فکر نے معاشرے کو ایسی زندگی عطا کر دی ہے کہ نہ تو فرائض ادا ہو رہے ہیں اور نہ کسی کو صحیح طور پر اس کا حق مل رہا ہے کیونکہ فرض اور حق دونوں مترادف حقیقتیں ہیں۔ ہر شخص کا فرض دوسرے کا حق ہوتا ہے۔ جب فرض ادا نہ ہو تو کسی کا حق اسے کیونکر ملے گا۔ اس صورتِ حال نے پورے معاشرے کے افراد کے اندر مجموعی طور پر عدم تحفظ کا احساس پیدا کر دیا ہے۔ جب حقوق ادا ہونے کا سامان نہ ہو تو ہر شخص خود کو معاشی اور عمرانی طور پر غیر محفوظ تصور کرنے لگتا ہے اس وقت قومی سطح پر ہمارے اخلاقی انحراف کا سبب اور اصل علت اس قدر نفسانی تمرّد نہیں جتنا کہ معاشی اور عمرانی زندگی میں غیر محفوظ ہونے کا احساس ہے۔ جب تک انفرادی اور اجتماعی زندگی میں یہ احساس کلیۂ رفع نہیں ہو جاتا کسی بھی نظام حیات کے نفاذ سے اخلاقی انحراف کا رجحان ختم نہیں ہوسکتا۔ ہمارے معاشرے میں ہر شخص اپنے آپ کو معاشی اور عمرانی

زندگی میں غیر محفوظ تصور کرتا ہے کسی فرد کو اپنے جائز قانونی و اخلاقی حقوق اور مفادات ازخود محفوظ نظر نہیں آتے اور نہ فی الحقیقت کوئی انسان معاشرتی زندگی بسر کرتے ہوئے اپنے جائز حقوق اور قانونی مفادات سے دستبردار ہوسکتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر انسانی زندگی کا تمام تر انحصار ان جائز حقوق کے حصول اور قانونی مفادات کے تحفظ پر ہو اور معاشرہ کسی سطح پر بھی کسی شخص کے حقوق اور مفادات کے صحیح تحفظ کا ضامن نہ ہو تو ہر شخص اخلاقی انحراف کا مرتکب نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ یہ اخلاقی انحراف دراصل ہر شخص کا رویہ خود غرضی ہے۔ ہر شخص اپنے جائز حقوق و مفادات کے تحفظ اور اپنی زندگی کی بقا و سلامتی کی ضمانت خود غرضی کے رویے سے حاصل کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج ہر شخص کو خود غرضانہ اور مفاد پرستانہ فکر وعمل بالفعل زندگی کے ہر دائرے میں تحفظ مہیا کر رہا ہے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ہر فرد خود غرضی کے تنگ حصار میں پابند رہنے پر مجبور رہے۔ اگر کوئی شخص رویہ خود غرضی ترک کر دے اور اس کی زندگی کی جائز ضروریات تک پوری ہونے کی کوئی ضمانت نہ ہو تو وہ اپنے آپ کو اس غیر یقینی صورتِ حال میں کیونکر اور کہاں تک معلق رکھ سکتا ہے؟

ایتائے حقوق کا تصور اگر ہر شخص کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں اساس عمل ہو تو یہ تمام افراد کو ان کی بقا کی حتمی وقطعی ضمانت مہیا کر دے ا۔ جب ہر شخص کے حقوق ترکِ خود غرضی سے کما حقہ پورے ہو رہے ہوں تو کوئی بھی انسان خود غرضی اور مفاد پرستی کے ذریعے اپنے حقوق کے تحفظ کی خاطر دوسروں کو ان کے حقوق سے محروم نہ کرنے پائے گا۔ اس استحصالی عمل کا خاتمہ صرف اسی فطری طریق سے ممکن ہے ورنہ وعظ وتلقین یا محض حدود وتعزیرات کے نظام سے اسے ختم نہیں کیا جاسکتا۔ ذرا غور وفکر سے کام لیا جائے تو پورے سماج کا اجتماعی عمل ایک مربوط زنجیر کی طرح سامنے آجاتا ہے۔ جب ہر شخص کی معیشت غیر یقینی ہو اور وہ قوت یقین اپنی خود غرضی، مصلحت کوشی اور وسیسہ کاری سے حاصل کر رہا ہو تو یقیناً عمرانی زندگی میں غیر عادلانہ معیشت کا دور دورہ ہوگا۔ عیار اور مکار لوگ دجل و

فریب کے ذریعے امیر سے امیر تر ہوتے جائیں گے، سادہ اور دیانت دار طبقہ غریب سے غریب تر ہوتا جائے گا۔ یہ ایک منطقی عمل ہے جس کی طرف علامہ مرحوم نے یوں اشارہ فرمایا ہے:"(۱)

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

## غریب مقروض سے نرمی کی ترغیب

ایک غریب آدمی جب کسی مجبوری کے تحت قرض اٹھاتا ہے اپنی معاشی تنگیوں اور غیر متوقع اخراجات کے باعث وقتِ مقررہ پر قرض نہ لوٹانے کے باعث اسے بڑی ندامت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے ایسے موقع پر اگر قرضدار اپنے قرض کی وصولی کے لئے سخت رویہ اختیار کرے اور اسے مہلت دینے سے انکار کر دے تو مقروض کی پریشانی کا اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جو کبھی اس مرحلہ سے گزرا ہو۔ انسانیت سے پریشانیوں کے بوجھ اتارنے والے پیغمبر اکرم ﷺ نے ان حالات میں قرض خواہوں کو تعلیم دی ہے کہ وہ مقروض سے نرم رویہ اختیار کریں اور اگر وہ واقعی مجبوری کی بناء پر وقتِ مقررہ پر قرض نہیں لوٹا رہا تو اسے مزید مہلت دی جائے۔

ایک حدیث پاک میں حضور نبی اکرم ﷺ نے غریب مقروض کو مہلت دینے یا معاف کرنے کا اجر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"جس شخص نے کسی تنگدست مقروض کو (ادائیگی قرض کے لئے) مزید مہلت دی یا اسے بالکل معاف کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کی مصیبتوں سے نجات عطا فرمائے گا۔"

ایک دوسری حدیث پاک میں محسن انسانیت حضور نبی اکرم ﷺ نے سابقہ

(۱) ڈاکٹر محمد طاہر القادری، اسلامی فلسفہ زندگی: ۱۵۸۔ ۱۵۹

امتوں کے ایک آدمی کا واقعہ سنایا جو لوگوں کو قرض دیتا تھا۔ اس نے اپنے (وصول کنندہ) غلام سے کہہ رکھا تھا کہ جب کسی تنگدست کے پاس جاؤ تو اس سے نرمی کا برتاؤ کرتے ہوئے درگزر کرو یعنی اسے بالکل معاف کردو تاکہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بھی ہم سے درگزر فرمائے۔ چنانچہ جب وہ (مالدار) شخص فوت ہوا اور اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوا تو اللہ کریم نے ،اُسے، تنگدست اور غریب مقروضوں سے نرمی برتنے پر معاف فرما دیا۔

## فقراء کی محبت جنت کی چابی ہے

انیس الغرباء محبّ الفقراء جلیس المساکین امام المرسلین حضور نبی اکرم ﷺ نہ صرف خود اپنی امت کے فقراء سے محبت کرتے ان سے ہم مجلس ہوتے اگر کوئی دعوت کرتا تو قبول فرماتے بلکہ آپ لوگوں کو بھی ان سے محبت کی ترغیب فرماتے۔ ایک حدیث پاک میں فقراء و مساکین سے محبت کرنے کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا:

**لکل شی مفتاح و مفتاح الجنة حب المساکین و الفقراء** (۱)

''ہر شے کی ایک چابی ہے اور جنت کی چابی مساکین وفقراء کی محبت ہے۔''

فقراء سے محبت کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرانے کے لئے سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی کی اس روایت کو ملاحظہ کرنا بھی ضروری ہے جس میں سرکار دو عالم ﷺ غریبوں، کمزوروں، فقیروں اور ضعیفوں کی قدر و منزلت واضح کرنے کے لئے یوں ارشاد فرمایا:

**ابغوالی ضعفاء کم (فی روایة الترمذی ابغونی فی ضعفاء کم ) فانما ترزقون و تنصرون بضعفاء کم** (۲)

---

(۱) ہندی، کنزالعمال، ۶: ۲۶۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع، ۶:۲۰۶، رقم: ۱۷۰۴

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۱۹۸، رقم: ۲۱۷۷۹

''میرے پاس اپنے غریب اور کمزوور لوگ ڈھونڈ کر لایا کرو۔ (امام ترمذی کی روایت کے مطابق اگر تم مجھے ڈھونڈنا چاہتے ہو تو مجھے غریب اور ضعیف لوگوں کے پاس تلاش کرو) کیونکہ تمہیں جو رزق دیا جاتا ہے اور دشمن کے مقابلے میں تمہاری جو مدد کی جاتی ہے وہ تمہارے انہی ضعیف لوگوں کے طفیل ہے۔''

سنن نسائی کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں۔

**انما ینصر اللہ ھذہ الامۃ بضعیفھا بدعوتھم و صلاتھم و اخلاصھم** (۱)

''اللہ امت کے کمزور لوگوں کی دعاؤں، نمازوں اور اخلاص کی برکت ہی سے اس امت کی مدد فرماتا ہے۔''

اس حدیث پاک کے مطابق امیروں اور سرمایہ داروں کو غرباء پر کسی احسان جتلانے کی بجائے ان کا مرہون منت ہونا چاہئے۔ سرکار دو عالم ﷺ مساکین امت سے محبت کا اظہار اس دعا کی صورت میں بھی کیا کرتے

**اللھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا و احشرنی فی زمرۃ المساکین یوم القیامۃ** (۲)

''اے باری تعالیٰ! مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھ، حالت مسکینی میں وفات دینا اور مسکینوں کے ساتھ ہی میرا حشر فرمانا۔''

## دولت، برادری اور رنگ و نسل کوئی بڑائی یا فضیلت کا معیار نہیں

اللہ تعالیٰ نے کائنات کا تکوینی و انتظامی نظام چلانے کے لئے کسی کو مالدار بنایا تو کسی کو نادار، کسی کو سرمایہ دار بنایا تو کسی کو غریب، کوئی آقا ہے تو کوئی غلام، کوئی حاکم ہے تو کوئی محکوم، کوئی افسر ہے تو کوئی ماتحت، کوئی جاگیردار ہے تو کوئی مزارع، اسی طرح باہمی تعارف اور پہچان کے لئے انسانوں کے مختلف قبیلے اور خاندان بنائے، مختلف قومیں اور

(۱) نسائی، السنن، ۶:۴۵، رقم:۳۱۷۸

(۲) ترمذی، الجامع، کتاب الزھد، ۴: ۵۷۷، رقم: ۲۳۵۲

نسلیں بنائیں، رنگ کے لحاظ سے کسی کو گورا پیدا کیا تو کسی کو کالا، علاقوں کے لحاظ سے کسی کو عرب میں پیدا کیا تو کسی کو عجم میں، کوئی مشرق میں پیدا ہوا تو کوئی مغرب میں، یہ تمام تفاوت و تغایر اس کائنات کو رنگین اور بارونق بھی بناتا ہے اور اس کے نظام کو چلانے میں بھی مددگار ہے کیونکہ

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینتِ چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب، اختلاف سے

❀❀❀

ایک صورت پر نہیں رہتا کسی شے کو قرار
ذوقِ جدت سے ہے ترکیب مزاجِ روزگار

رنگ و نسل، خاندان و قبیلہ، امیر و غریب اور حاکم و محکوم ہونا صرف تعارفی اور انتظامی مصلحتوں کے تحت تھا، کسی فضیلت اور بڑائی کا معیار نہ تھا۔ ربانی تعلیمات سے ناآشنا لوگوں یا انہیں بھلادینے والوں نے اسے عزت اور بزرگی کا معیار بنا دیا۔ دولت و اقتدار نسلی و خاندانی غرور نے غریبوں، مسکینوں، غلاموں اور ماتحتوں کو حقیر اور گھٹیا شہری سمجھا اور ان پر ہر طرح کے ظلم و زیادتی اور استحصال کو جائز سمجھا۔ محسن انسانیت اور گرے پڑے لوگوں کو عزت و تکریم عطا کرنے والے رسول ﷺ نے اس جھوٹے معیار فضیلت کے بت کو پاش پاش کر دیا اور قرآنی پیغام

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝(۱)

''اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔

(۱) القرآن ،الحجرات، ۴۹: ۱۳

بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو،
بیشک اللہ خوب جاننے والا خوب خبر رکھنے والا ہےo''

کے ذریعے تقویٰ و پرہیز گاری کو بنائے فضیلت قرار دیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک تاریخ ساز خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اس تاریخی اعلان کے ذریعے رنگ ونسل کے بتوں کو پاش پاش کرتے ہوئے عزت وکرامت کا معیار، تقویٰ قرار دیا۔ارشاد فرمایا:

**یا ایھا الناس! ان ربکم و احدوان اباکم و احد ،کلکم لاٰدم و اٰدم من تراب، اکرمکم عند اللہ اتقاکم و لیس لعربی علی عجمی فضل الا بالتقوی** (۱)

''لوگو! تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک تم سب آدم سے ہو اور آدم مٹی سے تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے مکرم وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی ہے۔کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں بجز تقوی کے۔''

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی مؤثر دلنشیں اور انسان دوست تعلیمات کے ذریعے ایک ایسا مثالی معاشرہ قائم کیا جس میں لوگ بتان رنگ وخوں کو توڑ کر ملتِ واحدہ کے ممبر بن گئے۔ فارس سے آئے ہوئے سلمان، حبشہ کے بلال، روم کے صہیب، مکہ کے ابو بکر وعمر، عثمان وعلی اور مدینہ کے معاذ وانس رضی اللہ عنہم سب بھائی بھائی بن گئے۔ امیر غریب، کالے گورے، عربی عجمی سب، بقول اقبال ،اس طرح کا منظر پیش کرنے لگے کہ

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
صاحب و بندہ محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

---

(۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲: ۶۰۳

مولانا حالی اس نبوی معاشرے کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں

لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا
نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا
امیر اور لشکر کی تھی ایک صورت
فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت
کنیز اور بانو تھیں آپس میں ایسی
زمانے میں مائی جائی بہنیں ہوں جیسی

غریب پرور رسول ﷺ نے دولت و برداری کی بنیاد پر امتیاز اور شرف کے بت کو یوں بھی پاش پاش کیا کہ فتح مکہ کے موقع پر صدیوں بعد خانہ کعبہ شریف کو بتوں سے پاک کرنے کے بعد جب بیت اللہ شریف میں اذان کا وقت آیا تو حبشہ سے آئے ہوئے کالے رنگ کے ایک غلام بلال کو کعبہ کی چھت پر چڑھا دیا۔ بڑے بڑے خاندانی فضیلت اور اثر و رسوخ والے قریشی سردار نیچے تھے اور مکہ کی گلیوں میں مظالم سہنے والا بلالؓ، کعبہ کی چھت پر تھا۔ اسی طرح نابینا صحابی عبد اللہ بن مکتوم کو مسجد نبوی میں اپنا نائب بنانا اور حضرت اسامہ بن زیدؓ (ایک غلام زادے صحابی) کو لشکر کا سپہ سالار بنا دینا سرکار دوعالم ﷺ کی غریب پروری کی ایسی مثالیں ہیں، تاریخ جن کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

❁❁❁

باب سوم

# حضور ﷺ کا غریب پرور نمونہ

دنیا میں بے شمار رہنماء، مذہبی پیشوا، فلاسفر، دانشور، حکمران اور قائدین آئے جنہوں نے اپنے اپنے ادوار میں بڑے نظریات اور فلسفے پیش کئے۔ ان کی تعلیمات اور افکار ونظریات کو دیکھا جائے اور پھر ان کی عملی زندگی اور شب و روز کے معمولات و کردار کو دیکھا جائے تو نظریات ومعمولات اور افکار و کردار میں واضح تفاوت دکھائی دے گا۔ تاریخ میں یہ کریڈٹ اور اعزاز صرف اور صرف حضرت عبد اللہ کے درِ یتیم، حضرت آمنہ کے لال، پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو جاتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ جو کچھ کہا کر کے دکھایا بلکہ کیا پہلے، کہا بعد میں۔ آپ ﷺ کا عمل، آپ ﷺ کے قول کی تفسیر، آپ کا کردار، آپ ﷺ کی گفتار سے بڑھ کر دکھائی دیتا ہے۔ اہل مکہ کو قرآن کی دعوت دینے سے پہلے ۴۰ سال تک قرآن بن کر دکھایا۔ لوگوں کو صدق و امانت کی تعلیم دینے سے پہلے اپنے معاشرہ سے صادق و امین کا لقب پایا۔ لوگوں کو پانچ اوقات کی نماز کا حکم دینے سے پہلے خود ساری ساری رات کھڑے ہو کر عبادت گزاری کی۔ دوسروں پر ایک ماہ کے لئے سحری سے غروب آفتاب تک صیام رمضان لازم کرنے سے پہلے خود کئی کئی دن فاقے کئے۔ اپنے ماننے والوں کو اڑھائی فی صد زکوٰۃ کا حکم دینے سے پہلے خود سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ خندق کھودتے وقت اگر کارکن پیٹ پر ایک پتھر باندھتے ہیں تو قائد دو پتھر باندھتا دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح محسنِ انسانیت، غریبوں کے مولی، یتیموں کے ملجا، فقیروں کے انیس، مسکینوں کے جلیس، نبی لجپال، پیغمبر انقلاب حضرت محمد ﷺ نے غریبوں سے ہمدردی اور مسکینوں سے غم گساری کی صرف تعلیمات ہی نہ دیں بلکہ اپنے مبارک عمل اور کردار سے رہتی دنیا تک ایسا نمونہ عطا فرمایا جس کی مثال پوری تاریخ میں ڈھونڈے سے بھی کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ آپ ﷺ کی سیرت و سوانح کی کتب غریب پروری اور مسکین نوازی کی بے شمار مثالوں اور واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ ان میں سے چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے۔

## شاہ عرب ﷺ کی فقیرانہ و زاہدانہ زندگی اور ''الفقر فخری''

سرکار دو جہاں ، والی کون و مکاں، سید الثقلین، نبی الحرمین، امام القبلتین، انیس الغرباء، جلیس الفقراء حضور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے ساری زندگی انتہائی فقر و فاقہ، سادگی اور قناعت سے گزاری۔ دو دنوں سے لے کر دو دو مہینوں تک گھر میں چولہا نہ جلتا تھا، پانی اور چھواروں پر گزارا ہوتا۔ رات کا اکثر حصہ عبادت و ریاضت اور قیام و سجود میں گزارنے کے بعد آرام کرنے کے لئے گھر میں کوئی نرم و گداز بیڈ نہ تھا بلکہ کھردری چارپائی یا چٹائی پر آرام فرماتے جس سے پھول کی پتیوں سے بھی زیادہ نرم و نازک جسم مقدس پر نشان پڑ جاتے۔ کچی اینٹوں اور مٹی کے گارے سے لیپ کئے ہوئے کاشانۂ نبوی میں کبھی رات کو دیا نہ ہوتا اور اگر دیا میسر ہوتا تو اس میں جلانے کے لئے تیل دستیاب نہ ہوتا۔ خورد و نوش بود و باش اور لباس و مکان میں سادگی و قناعت (اس کی مزید تفصیلات آئندہ صفحات پر آرہی ہیں) اُس عظیم شخصیت نے اپنائی ہوئی تھی جس کے ہاتھ میں زمین کے خزانوں کی کنجیاں تھیں، جو لاکھوں مربع میل سلطنت کا ہر لحاظ سے بااختیار حکمران تھا، جس کے دربار میں غنیمت و عشر اور خمس و خراج کی رقوم کے ڈھیر آتے تھے جس کے دربار میں اطراف و اکناف سے ہدایا و تحائف آتے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے ایک اشارۂ ابرو پر اس کے پیروکار اپنا تن من دھن سب کچھ وار دینا اپنی زندگی کی سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔

قبضہ میں جن کے ساری خدائی
ان کا بچھونا ایک چٹائی
وہ بھی جی بھر کے نہ سونا
صلی اللہ علیہ وسلم

شاہ و گدا و اسود و احمر
ان کی نظر میں سب ہیں برابر
ان کا لقب ہے رحمتِ عالم
صلی اللہ علیہ و سلم

پیغمبر اکرم ﷺ کی یہ فقیرانہ و زاہدانہ زندگی،ایک طرف تو ''الفقرُ فخری''(فقر میرا فخر ہے) کا مظہر تھی تو دوسری طرف امت کے فقیروں، مسکینوں، تنگدستوں اور پریشاں حالوں کی دلی تسکین بھی اس سے وابستہ تھی۔ حافظ محمد سعداللہ، اپنی تصنیف غریبوں کے والی میں سرکار دو جہاں کی فقیرانہ زندگی اپنانے کا سبب بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''غریب اور معاشی طور پر کمزور لوگوں کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی اور غم خواری کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ انسان اپنے معیارِ زندگی کو ان سے بلند نہ ہونے دے۔کھانے پینے، کپڑے پہننے اور بود و باش میں گنجائش کے باوجود ان سے بلند ہونے کی کوشش نہ کرے ورنہ ان کے دلوں میں مالی پریشانیوں پر مزید رنج و الم اور دکھ و تاسف کے جذبات پیدا ہوں گے۔ اگر ان کا سردار رئیس یا بڑا آدمی بھی انہی کی طرح مکانوں میں رہتا ہے۔ انہی کی طرح پھٹے پرانے کپڑے پہنتا ہے، انہی کی طرح روکھا سوکھا کھاتا ہے،انہی کی طرح فاقے برداشت کرتا ہے تو فطری اور نفسیاتی طور پر انہیں حوصلہ ملتا ہے۔ ان میں احساس کمتری پیدانہیں ہوتا۔ غالبًا اسی انسانی نفسیات کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال پر غرباء اور ضرورت مندوں کو ترجیح دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فقر و فاقہ کی صبر آزما روش اختیار فرمائے رکھی۔ اس سے بڑھ کر فقراء و مساکین کے ساتھ اور کیا ہمدردی اور موافقت ہوسکتی ہے کہ اس سرور دو عالم ﷺ نے بارگاہِ ایزدی میں یوں دعا کی

اللھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا و احشرنی فی زمرة

المساکین (۱)

''اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، مسکینی کی حالت میں وفات دینا اور مساکین کے گروہ میں ہی میرا حشر فرمانا۔'' (۲)

حضور نبی اکرم ﷺ کی فقیرانہ زندگی اور آپ ﷺ کے'' زہد فی الدنیا'' کی کچھ جھلکیاں دکھانے کے لئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کی کتاب ''اسلامی فلسفہ زندگی'' سے حیات نبوی ﷺ کا نجی، عائلی اور معاشرتی پہلو اور نمونہ کمال نقل کیا جاتا ہے۔ پڑھ کر آپ کو اندازہ ہوگا کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کی جن مسکین نواز تعلیمات کا ذکر گذشتہ صفحات پر کیا گیا ان کا نمونہ کمال آپ ﷺ کی ذات مقدسہ میں، بے مثال انداز میں دیکھا جاسکتا ہے۔

## حیاتِ نبوی ﷺ کا نجی پہلو اور نمونہ کمال

حضرت خدیجہ الکبریٰؓ عرب کی سب سے زیادہ مالدار عورت تھیں۔ آپؓ کا سامانِ تجارت شام کی منڈیوں تک فروخت ہوتا تھا۔ جب وہ حضور علیہ السلام کے عقدِ مبارک میں آئیں تو انہوں نے سارا مال دولت نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں نذر کرتے ہوئے آپ کے مشن پر خرچ کرنے کا عزم کر لیا۔ لہٰذا یہ شادی دیگر مصلحتوں اور حکمتوں کے علاوہ اس لحاظ سے بھی نمایاں اہمیت کی حامل تھی کہ اس سے حضور علیہ السلام کی معاشی زندگی میں آسودگی کا سامان فراہم ہوگیا۔ اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن مجید کی سورۃ الضحیٰ کی آخری آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے: (ترجمہ ملاحظہ ہو)

''اور اس نے آپ کو (وصال حق کا) حاجت مند پایا تو اس نے (اپنی لذت دید سے نواز کر ہمیشہ کے لئے ہر طلب سے) بے نیاز کر دیا۔ سو آپ بھی کسی یتیم پر سختی نہ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع، ۴:۵۷۷، رقم: ۲۳۵۲

۲۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۳۹۱

(۲) حافظ محمد سعد اللہ، غریبوں کے والی: ۲۵۷۔ ۲۵۸

فرمائیں اور (اپنے در کے) کسی منگتے کو نہ جھڑکیں''(۱)

لہذا حضور نبی اکرم ﷺ کے ظاہراً مالدار ہو جانے کا ثبوت بھی خود نص قرآنی سے میسر آ گیا لیکن ساتھ ہی ایسے طرزِ عمل کو اپنانے کی تلقین کی گئی جس کے باعث آنحضرت ﷺ کی حیاتِ طیبہ عالمِ انسانیت کے لئے نمونہ کمال قرار پا گئی۔ ایک طرف حضور علیہ السلام کے غنی اور مالدار ہو جانے کا ذکر ہے دوسری طرف اپنی دولت اور نعمت الٰہیہ کا فیضان ہر ضرورت مند اور طلبگار میں لٹا دینے کا حکم ہے۔ احادیث اور سیر کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس اذنِ الٰہی کو اپنی عملی زندگی میں ایسا مقام دیا کہ سب کچھ مستحقین اور غرباء و مساکین میں تقسیم فرما دیا۔ یہاں تک کہ دوسروں کا فقر و فاقہ مٹانے کی خاطر اپنی ساری زندگی فقر و فاقہ میں گزار دی۔ اگر کسی کو کبھی ایک لقمے کا بھی حاجتمند پایا تو وہی لقمہ اسے دے کر خود اس کے بغیر وقت بسر فرماتے رہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے معاشرے کے ضرورت مند افراد کی خاطر جس طرز کی زندگی خود بسر فرمائی اس کی نظیر دنیائے انسانیت میں ابدالآباد تک نہیں مل سکتی۔

۱۔ نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں:

**الستم فی طعامٍ و شرابٍ ما شئتم لقد رایت نبیکم وما یجد من الدقل ما یملا بطنه** (۲)

''اے لوگو! کیا تمہیں تمہاری ضرورت کے مطابق کھانا پینا میسر نہیں ہے؟ بے شک میں نے تمہارے نبی ﷺ کو دیکھا ہے ان کے پاس اس قدر سوکھی کھجور بھی نہ ہوتی تھی جس سے آپ کا پیٹ بھر سکتا۔

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

**ما شبع رسول اللہ ﷺ من خبز الشعیر یومین متتابعین**

(۱) القرآن، الضحیٰ: ۸۔ ۱۱

(۲) ترمذی، الجامع، ۴: ۵۸۶، رقم: ۲۳۷۲

حتی قبض (۱)

''رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات تک کبھی متواتر دو دن جو کی روٹی سے بھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔''

۳۔ حضرت ابو ہریرہؓ ایک دن کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے۔ ان کے پاس بکری کا گوشت پکا ہوا تھا۔ انہوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی لیکن آپ نے معذرت کر لی اور فرمایا:

خرج النبی ﷺ من الدنیا ولم یشبع من خبز الشعیر (۲)

''حضور ﷺ نے (ایسی حالت میں) وصال فرمایا کہ کبھی بھی جو کی روٹی سیر ہو کر تناول نہ فرمائی''

۴۔ حضرت ابو طلحہ ؓ روایت کرتے ہیں:

شکونا الی رسول اللہ ﷺ الجوع فرفعنا عن حجرٍ فرفع رسول اللہ ﷺ عن بطنہ عن حجرین (۳)

''ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر (کئی دنوں کے) فاقے کا ذکر کیا اور ہم میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے پیٹ پر سے کپڑا ہٹا کر ایک ایک پتھر بندھا ہوا آپ ﷺ کو دکھایا۔ یہ دیکھ کر حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے بطن مبارک سے کپڑا ہٹایا تو اس پر (فاقے کا اثر زائل کرنے کے لئے) دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔''

اور اگر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں کوئی چیز پیش کی جاتی تو اسے بچا کر

(۱) ترمذی، الجامع، ۴:۵۷۹، رقم: ۲۳۵۶

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الاطعمہ، ۵:۲۰۶۶، رقم: ۵۰۹۸

(۳) ترمذی، الجامع، ۴:۵۸۵، رقم: ۲۳۷۱

رکھنا مناسب نہ سمجھتے۔

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

**كان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا يدخر شيئًا لغدٍ (۱)**

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی چیز بھی صبح کے لئے بچا کر نہ رکھتے تھے۔''

آپ غور فرمائیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی سرمایہ و دولت جو مکی زندگی میں بذریعہ تجارت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کمایا تھا جو خدیجہ الکبریٰ کے اموال تجارت کی صورت میں آپ کو ملا تھا، جو مدنی زندگی میں اموال غنیمت اور اموال فے کے حصص کے طور پر آپ کو ملتا رہتا تھا اور جو مدنی زندگی ہی میں کبھی کبھار محدود پیمانے پر کاروبار اور تجارت کے ذریعے وصول ہوتا تھا۔ سب کا سب کہاں گیا۔ اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے شب و روز کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ آپ نے اپنی ساری دولت معاشرے کے مستحق افراد کے معاشی تعطل کو ختم کرنے اور ان کی تخلیقی جدوجہد کو بحال کرنے پر خرچ کر دی تھی۔ یہ عمل احسان و انفاق، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی میں، اس درجہ کمال پر، اس طرح جاری رہا کہ خود فقر و فاقہ کی حالت کو اپنا لیا اور دوسروں کو اس سے بچانے کا سامان فراہم کر دیا۔

## حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عائلی پہلو اور نمونہ کمال

اگر کوئی شخص اپنی ذاتی زندگی، ایثار و قربانی کے اس منتہائے کمال تک تو پہنچا دے لیکن وہ اپنے اہل و عیال کی تربیت اس ڈھب پر نہ کر سکا ہو کہ وہ اس راستے کے مصائب و آلام کو خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کر سکیں تو اندریں صورت اس شخص کی عائلی زندگی اس کے مشن میں تقویت کا باعث ہونے کی بجائے قدم قدم پر اس کے لئے مشکلات کا باعث بنتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ راہِ حق میں قدم رکھنے سے پہلے اپنے اہل و عیال کو بھی پیکر ایثار و احسان بنا لیا جائے۔ ان کی سیرت و کردار کو بھی اسی رنگ میں

(۱) ترمذی، الجامع، ۴: ۵۸۰، رقم: ۲۳۶۲

رنگ لیا جائے جس سے اس کی اپنی زندگی آراستہ ہے اور ان کے فکر و نظر کے پیمانے بھی وہی مقرر کر دیئے جائیں جو خود اسے نصیب ہو چکے ہیں، اس طرح اس کے راستے کی نہ صرف بہت سی رکاوٹیں از خود دور ہو جائیں گی بلکہ اس کی جدوجہد کو ہر گھڑی تازگی اور تقویت میسر آتی رہے گی۔ آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس اور ان کی نجی زندگی جس قدر بلند و برتر نمونہ کمال کی حامل تھی آپ کی عائلی زندگی بھی اسی عظمت و رفعت کی آئینہ دار تھی۔ آپ کی ازواج مطہرات اور اولاد اطہار نے ایثار و انفاق کی روش کو اپنی حقیقی زندگی کے طور پر اس طرح قبول کر لیا تھا کہ ان کے شب و روز کا عالم بھی حضور نبی اکرم ﷺ ہی کی طرح فقر و فاقہ کا مظہر بن گیا تھا۔ اس کی شہادت میں چند روایات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مرتبہ گوشت اور روٹی پر مشتمل کھانا رکھا گیا تو وہ رو پڑے اور فرمانے لگے:

**خرج النبی ﷺ من الدنیا و لم یشبع هو و اهل بیته من خبز الشعیر**

''حضور علیہ السلام دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ آپ اور آپ کے اہل و عیال نے کبھی بھی جو کی روکھی روٹی سے سیر ہو کر کھانا نہ کھایا تھا۔''

۲۔ حضرت عائشہ کی اس روایت سے مذکورہ بالا حقیقت کی تائید ہوتی ہے:

**ماشبع ال محمد ﷺ من خبز الشعیر یومین متتابعین حتی قبض رسول الله ﷺ (متفق علیه)** (۱)

''آل نبی ﷺ نے حضور علیہ السلام کی وفات تک جو کی روٹی سے بھی مسلسل دو دن سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔''

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے:

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الزہد، ۴: ۲۲۸۲، رقم: ۲۹۷۰

**لقد کان یاتی علی اٰل محمدٍ ﷺ الشھر لم یریٰ فی بیتٍ من بیوته الدخان** (۱)

''اہل بیت نبوی ﷺ پر بسا اوقات ایک ایک مہینہ گزر جاتا مگر حضور نبی اکرم ﷺ کے گھروں میں سے کسی ایک گھر میں بھی دھواں اٹھتا دکھائی نہ دیتا تھا۔''

۴۔ اسی حالت کا تذکرہ ایک اور حدیث میں اس طرح ملتا ہے:

**انا کنا اٰل محمدٍ ﷺ نمکث شھرًا ما نستوقد بنارٍ ان ھو الا الماء والتمر** (۲)

''ہم اہل بیت نبوی ﷺ ہیں اور ہمارے شب و روز کا یہ عالم ہے کہ ہم پر پورا پورا مہینہ گزر جاتا تھا مگر ہمارے گھر کے چولہے میں آگ نہیں سلگتی تھی۔ ہمارے کھانے کے لئے سوائے کھجور اور پانی کے اور کوئی غذا نہ ہوتی۔''

۵۔ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی نقل فرماتے ہیں کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب عروہ سے ارشاد فرمایا: اے بھتیجے! خدا کی قسم ہم ایک چاند دیکھتے ہیں۔ پھر وہ مہینہ ختم ہو جاتا ہے دوسرا چاند دیکھتے ہیں وہ بھی ختم ہو جاتا ہے، پھر تیسرے مہینے کا چاند دیکھتے ہیں مگر حضور نبی اکرم ﷺ کی ازواج کے گھروں میں چولہا نہیں جلتا۔ تو عروہ نے عرض کیا خالہ جان! پھر آپ لوگوں کا گزر کیسے ہوتا ہے؟ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کھجور اور پانی سے، ہمارے دو انصاری ہمسایہ ہیں جو صاحب وسعت ہیں وہ کبھی کبھی دودھ وغیرہ بھیج دیتے ہیں تو ہم حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پیش کر دیتے ہیں۔

۶۔ امام ترمذی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام اپنے گھر میں کبھی

(۱) ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۳۸۸، رقم:۴۱۴۵

(۲) ترمذی، السنن، ۴:۶۴۵، رقم:۲۴۷۱

بھی کوئی چیز صبح کے لئے بچا کر نہ رکھتے تھے۔ حضور علیہ السلام جب رات کا کھانا تناول فرما لیتے تو صبح کے لئے کچھ نہ ہوتا اور اگر صبح کا کھانا تناول فرما لیتے تو رات کے لئے کچھ نہ ہوتا۔

**کان النبی لا یدخر شیئًا لغدٍ** (۱)

۷۔ ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں:

**ماشبع رسول اللہ ﷺ و اھلہ ثلاثا تباعًا من خبز البر حتی فارق الدنیا** (۲)

''حضور علیہ السلام اور آپ کی ازواج نے تادم وفات کبھی بھی تین وقت کا کھانا پے در پے نہیں کھایا۔''

۸۔ عبد اللہ بن عباس روایت کرتے ہیں:

**کان رسول اللہ ﷺ یبیت اللیالی التتابعة طاویًا واھلہ لا یجدون عشاء و کان اکثر خبز ھم خبز الشعیر** (۳)

''حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اہل و عیال کئی کئی راتیں اور دن مسلسل بغیر کھائے اس طرح گزار دیتے کہ ان کے پاس رات کا کھانا بھی نہ ہوتا، ویسے ان کا کھانا اکثر جو کی روٹی ہوتا تھا۔''

## فقر محمدی ﷺ اضطراری نہیں، اختیاری تھا

مذکورہ بالا احادیث اور اقوالِ صحابہ سے اس امر کا بخوبی علم ہوگیا کہ

---

(۱) ترمذی، السنن، ۴: ۵۸۰، رقم ۲۳۵۶

(۲) ترمذی، السنن، ۴: ۵۷۹، رقم: ۲۳۵۸

(۳) ترمذی، السنن، ۴: ۵۷۹، رقم: ۲۳۵۸

آنحضرت ﷺ کی نجی اور عائلی زندگی کا عالم کیا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی فقر و فاقہ پر مبنی اس زندگی کا نقشہ دیکھ کر کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ یہ حالت اضطراری تھی۔ آپ ﷺ مجبور و بے بس تھے۔ آپ کو اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے کھانے کو کچھ میسر ہی نہ آتا تھا۔ لہٰذا کچھ نہ پاتے ہوئے زندگی اس فقر سے عبارت ہوگئی تھی۔ نہیں نہیں یہ تصور شانِ رسالت مآب ﷺ سے ناآشنائی کی بنا پر پیدا ہوسکتا ہے۔ اگر اضطراری حالت میں بامرِ مجبوری فاقہ آئے اور زندگی اس حال میں بسر ہو تو یہ کوئی ایسا کمال نہیں جو انسانیت کے لئے ابدالآباد تک نمونہ قرار پا سکے۔ انسان کچھ نہ پاتے ہوئے خاموشی سے وقت گزار لے تو یہ مقامِ صبر ہے۔ جو اپنی جگہ ایک فضیلت ہے لیکن سرورِ دو عالم ﷺ تو مقامِ صبر کے بجائے مقامِ شکر کی بھی ان بلندیوں پر فائز تھے جہاں مردِ حق کے لئے صبر ایک ادنی درجہ رہ جاتا ہے۔

کچھ نہ ہوتے ہوئے فاقہ کرنا اتنی عظمت کی بات نہیں جتنی کہ سب کچھ ہوتے ہوئے فاقہ کرنا ہے۔ جیسا کہ کمزوری و ناتوانی کے سبب کسی زیادتی کرنے والے کو معاف کر دینا اتنی بڑی فضیلت نہیں جتنی کہ طاقتور اور مضبوط استعداد کا مالک ہوتے ہوئے کسی کو معاف کرنا ہے۔ لہٰذا فقر اضطراری میں وہ کمال مضمر نہیں جو فقر اختیاری میں ہے حضور نبی اکرم ﷺ کی وہ عظمت جو ہمیشہ کے لئے عالمِ انسانیت کے سامنے نمونہ کمال کے طور پر موجود رہے گی یہ ہے کہ آپ نے سب کچھ ہوتے ہوئے اپنے اور اپنے گھر کے لئے فقر و فاقہ کو منتخب فرما لیا۔ باری تعالیٰ نے آپ کو دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں کا تقسیم کرنے والا بنایا تھا۔ آپ کو دنیوی خزانوں کی دولت سے بھی بہرہ ور فرمایا تھا جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اپنے ارشاد سے ثابت ہے۔ جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

**ان رسول الله ﷺ قال بعثت بجوامع الكلم و نصرت بالرعب و بينا انا نائم رايتنى أتيت بمفاتيح خزائن الأرض فوضعت فى يدى(۱)**

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد، ۳:۱۰۸۷، رقم: ۲۸۱۵

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب مساجد، ۱:۳۷۱، رقم: ۵۲۳

''بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمام کلاموں کی جامعیت کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں، میری مدد رعب اور دبدبہ و جلال سے کی گئی ہے اور میں نے حالتِ خواب میں دیکھا کہ میرے پاس زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں دیدی گئیں۔''

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی الٰہی اور زندہ حقیقت ہوتے ہیں۔ اس لئے آپ کو دنیا کے تمام خزانوں اور نعمتوں کے تملُّک و تقسیم کا شرف فی الحقیقت عطا کیا گیا تھا نہ کہ محض بشارت یہی وجہ تھی کہ آپ کو بلا تخصیص یہ حکم بھی دیا گیا: وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (الضحیٰ)

بس اسی قرآنی حکم کی تعمیل میں آپ ﷺ نے دنیوی مال و دولت کے تمام ذرائع اور وسائط خلق خدا کی بہتری اور فلاح و بہبود پر خرچ کر دیئے اور خود ساری زندگی اپنے لئے حالتِ فقر کو منتخب کیے رکھا۔ جو کچھ بھی مختلف وسائل سے میسر آتا بجائے اپنے اوپر خرچ کرنے کے معاشرے کے دیگر افراد پر خرچ فرمادیتے۔ انما انا قاسم واللہ یعطی. (بخاری) کے مصداق سب کچھ سائلین و محرومین میں تقسیم فرمادیتے اور خود شکر و تفویض کے اس مقام پر فائز تھے کہ فقر و فاقہ میں لطف محسوس کرتے ظاہرًا او باطنًا کسی لحاظ سے بھی آپ مجبور بے بس اور تنگدست نہ رہے تھے کیونکہ آپ کی غناء و دولت مندی پر نصِ قرآن شاہد عادل ہے:

وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی (۲)

''اور اس نے آپ ﷺ کو (ابتداء میں) ضرورت مند پایا، پس اس نے آپ کو غنی اور مالدار کر دیا۔''

قرآن جس کی غنا اور دولت مندی کی شہادت دے اس ہستی کے گھر میں تین

(۲) القرآن، الضحی، ۹۳:۸

تین ماہ تک آگ کا نہ جلنا نمونہ کمال کا نقطہ آخریں نہیں تو اور کیا ہے؟ اس حقیقت کی عملی تائید حضور نبی اکرم ﷺ کے اس معاشرتی طرزِ عمل سے ہوتی ہے جس کا تذکرہ احادیث میں کثرت کے ساتھ ملتا ہے۔

## حیاتِ نبوی ﷺ کا معاشرتی پہلو اور نمونہ کمال

معاشرتی زندگی میں حضور نبی اکرم ﷺ کا طرزِ عمل نفع بخشی، فیض رسانی اور ایثار و انفاق کا اس قدر نمونہ کامل تھا کہ آپ نے معاشرے سے فقر و فاقہ اور معاشی تعطل رفع کرنے کے لئے اپنی ساری کی ساری دولت لٹا دی تھی۔ اس حقیقت کا اندازہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے ہوتا ہے جسے حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کیا:

قال رسول الله ﷺ لو كان لی مثل اُحَدٍ ذهبًا لسَرنی أن لا تمرّ علي ثلاث ليالٍ و عندی منه شيئًا اَلّا شیءٌ ارصِدُهٗ لِدَيْنٍ (۱)

”آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے پاس احد کے پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے اس بات میں دلی مسرت ہوگی کہ تین راتیں گزرنے سے پہلے اس میں سے کچھ نہ بچے سوائے اس کے کہ جس سے میں قرض ادا کرسکوں۔“

یہ تھا حضور نبی اکرم ﷺ کا وہ اصولِ زندگی جس نے آپ ﷺ کے طرزِ عمل کو ابدالآباد تک نمونہ کمال بنا دیا۔

قرآن حکیم نے اہل ایمان کو دوسروں کے لئے ایثار و انفاق پر آمادہ کرنے کی خاطر یہ حکم دیا تھا:

يَسْئَلونک مَا ذَا يُنفِقُون قُلْ مَا اَنفَقْتُمْ (۲)

”آپ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں فرما دیجئے جو کچھ تمہاری ضرورتوں سے

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، ۵:۲۳۶۸، رقم: ۶۰۸۰

(۲) القرآن، البقرہ، ۲:۲۱۵۔

زائد ہے، کو خرچ کرو۔''

حضور نبی اکرم ﷺ نے اس حکم الٰہی کی جو تفصیلی صورت صحابہ سے بیان فرمائی وہ درج ذیل ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر کے دوران حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا:

**من کان عنده فضل ظهر فليعد به على من لا ظهر له و من كان عنده فضل زاد فليعد به على من لا زادله حتى ظننا انه لا حق لا حد منا في الفضل**(۱)

''تم میں سے جس کے پاس ضرورت سے زائد کپڑا ہو وہ اس شخص کو لوٹا دے جسے اس کی ضرورت ہے اور جس کے پاس ضرورت سے زائد کھانا ہو وہ اس شخص کو لوٹا دے جسے اس کی ضرورت ہے (حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں) حتیٰ کہ ہم نے یہ سمجھا کہ زائد از ضرورت کسی چیز میں بھی ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔''

## ''فَلْيَعُدْ بِهٖ'' کے حکم کا فلسفہ

اس ارشاد نبوی ﷺ نے ایک ایسے نمونہ عمل کی بنیاد فراہم کر دی جس کے ذریعے صحیح اسلامی معاشرت کی نہ صرف تشکیل بلکہ تکمیل کی ضمانت میسر آسکتی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ حکم ایسی حالت میں دیا گیا تھا جب معاشی تفریق' طبقاتی تفاوت کا باعث ہو سکتی تھی۔ کچھ لوگ ایسے تھے جن کے پاس ضرورت سے زائد بچ رہتا تھا۔ اور کچھ ایسے تھے جو ان بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم تھے۔ یہ امتیاز معیشت اگر اسلام کے لئے قابل قبول ہوتا اور اس کے باقی رہتے ہوئے اسلامی اقدار کا پنپنا ممکن ہوتا تو حضور نبی اکرم ﷺ ایسا وجوبی اور صریح حکم کبھی بھی صادر نہ فرماتے۔ پھر جناب رسالت مآب ﷺ کے مبارک الفاظ قابل غور ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۱) ابو دائود، السنن، ۲:۱۲۵، رقم:۱۶۶۳

**فليعد به على من لا ظهر له فليعد به على من لا زادله**

''ضرورت سے زائد کپڑا اس شخص کو لوٹا دو جس کے پاس ضرورت کے مطابق نہیں ہے اور ضرورت سے زائد کھانا اس شخص کو لوٹا دو جس کے پاس ضرورت کے مطابق نہیں ہے۔''

یہاں دونوں مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ''لوٹا دینے'' کا حکم صادر فرمایا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ ضرورتمند کو دے دو۔ اگر الفاظ پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ لوٹایا تو اسی چیز کو جاتا ہے جو پہلے آئی بھی اسی سمت سے ہو۔ اگر کوئی چیز اس سمت سے پہلے نہ آئی ہو تو پھر ''دینے'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں ''لوٹانے'' کا نہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ لفظ منتخب فرمانا خالی از حکمت نہ تھا۔

حضور نبی اکرم ﷺ دراصل صحابہ کرام کو یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ جب معاشرے میں معاشی تفاوت کا عالم یہ ہو کہ بعض کے پاس ضرورتوں سے بہت زیادہ ہو اور بعض کو بنیادی ضرورتیں بھی میسر نہ ہوں تو اہل ثروت کو یہ جان لینا چاہئے کہ جو کچھ ان کے پاس ان کی ضرورتوں سے زائد ہے وہ یقیناً کسی نہ کسی کا حق چھن کر آیا ہے خواہ حق تلفی کا یہ عمل بالواسطہ یا بلا واسطہ لیکن اتنی بات اٹل ہے کہ وہ کسی ضرورت مند کا حق تھا جو کسی نہ کسی صورت میں اہلِ دولت کے پاس ان کی ضرورتوں سے زائد بچا پڑا ہے۔ اگر ہر شخص کو اس کا حق مل جاتا تو کسی کے پاس اس قدر زائد نہ بچتا۔ اس لئے حکم فرمایا گیا۔ ''**فليعد به**'' یہ لوٹا دو اس شخص کو جس کا حق ہے اور چھن کر تمہارے پاس آن پہنچا ہے۔

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے پیش کردہ نمونہ کمال کی عملی جھلک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے ملتی ہے اور اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی فقر و فاقہ میں کیوں بسر ہوتی تھی۔ وہ فرماتے ہیں۔

**فلهما فتح الله عليه الفتوح فقال انا اولى بالمو منين من انفسهم فمن**

**تو فی من المو منین فترک دینا فعلی قضا ؤہ ومن ترک مالا فھولو رثتہ** (۱)

''جب فتوحات کے ذریعے حضور نبی اکرم کے وسائل کشادہ ہو گئے تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں مومنوں کی جانوں سے بھی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ پس اہل ایمان میں سے جو شخص بھی قرض چھوڑ کر مرے گا تو وہ میں ادا کروں گا۔ اور اگر مال چھور کر مرے گا تو اس کے مالک اس کے ورثاء ہوں گے۔''

جوں جوں حضور نبی اکرم ﷺ کے ذرائع و وسائل میں وسعت پیدا ہوتی گئی آپ کی نفع بخشی اور احسان و انفاق کی روش میں اور اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے کفالت عامہ کا ذمہ اٹھا لیا جو شخص ہر ایک کا بوجھ اٹھانے لگے اسے اپنے لئے سوائے فقروفاقہ کے اور کچھ بھی پسند نہیں آسکتا۔ گویا اس ارشاد کے ذریعے حضور نبی اکرم ﷺ اس امر کا اعلان فرما رہے تھے کہ لوگ اپنے سکھ آپس میں بانٹیں مگر ان کے دکھوں کی ذمہ داری میں اٹھالوں گا۔

۴۔ حضور بنی اکرم ﷺ کا یہ طرزِ عمل اس واقعہ سے مزید واضح ہو جائے گا جس کا امام ترمذی نے روایت کیا ہے:

**اتی الیہ تسعون الف درھم فو ضعت علی حصیر فمارد سائلا حتی فرغ منھا فجاء ہ رجل فسالہ فقال لیس عندی شیء ولکن اتبع علی فاذا جاء نا شیئا قضینا**

''حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں نوے ہزار (۹۰۰۰۰) درہم کا ہدیہ پیش کیا گیا جنہیں چٹائی پر رکھ دیا گیا۔ آپ ﷺ نے کسی سائل کو خالی نہ موڑا یہاں تک کہ ساری رقم ختم ہو گئی۔ اس کے بعد ایک شخص نے اپنی ضرورت بیان کی حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اب میرے پاس پیسے باقی نہیں بچے لیکن تو میرے نام پر جو بھی چاہے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب النفقات، ۵:۲۰۵۴، رقم: ۵۰۵۶
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفرائض، ۳:۱۲۳۷، رقم: ۱۶۹

ادھار خرید لے جب ہمارے پاس پیسے آئیں گے ہم ادا کریں گے۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ عمل کس قدر واضح اور فیصلہ کن ہے جو ہستی ضرورت مندوں کی حاجات، ادھار کے ذریعے پورا کرتی ہو وہ مال و دولت میں سے ایک پائی تک اپنے پاس رکھنے کی روا دار کب ہو سکتی ہے؟ حضور نبی اکرم ﷺ کے جود و سخا کا یہی عالم دیکھ کر حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں:

**ماسئل رسول الله ﷺ شيئا قط فقال لا** (۱)

''آپ سے جب بھی کوئی چیز مانگی گئی حضور نبی اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر کبھی بھی نہیں کا لفظ نہ آیا۔''

معاشرتی زندگی میں حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ وہ طرز عمل تھا جسے بطور نمونہ کمال دنیائے انسانیت کے سامنے پیش کیا گیا۔

اگر آج بھی ہمیں رضائے الٰہی کے نصب العین کے حصول کی سچی طلب ہے تو اس کا دارو مدار اس نمونہ کمال کی پیروی پر ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے گریبانوں میں جھانکیں، اپنے شب و روز کا جائزہ لیں اور اس امر کا فیصلہ خود کریں کہ ہمیں دولت و آسائش زیادہ عزیز ہے یا خدا کی رضا و محبت۔ (۲)

## قبضہ میں جن کے ساری خدائی ان کا بچھونا ایک چٹائی

آج کے دور میں کسی کو معمولی سا جاہ و منصب نصیب ہو جائے تو ملکی و قومی خزانہ خویش پروری پر اس طرح بے دریغ خرچ کیا جاتا ہے کہ کئی پشتوں کو خوشحال بنانے کے منصوبے بنائے جاتے ہیں۔ آج کل کے سیاسی انتخابات میں اِلّا ماشاء اللہ یہی مقصد کارفرما ہوتا ہے کہ لاکھوں خرچ کر کے کروڑوں کمائے جائیں۔ ایک طرف یہ سوچ اور

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، ۴:۱۸۰۵، رقم: ۲۳۱۱

(۲) محمد طاہر القادری، اسلامی فلسفہ زندگی، ۱۰۵-۱۱۵

دوسری طرف پیغمبر انقلاب کا اسوہ حسنہ دیکھئے کہ لاکھوں مربع میل کی سلطنت کے حکمران اور زمین کے خزانوں کی چابیوں کے مالک ہونے کے باوجود عالم یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کاشانۂ اقدس پر حاضر ہوتے ہیں مختصر ساز و سامان اور ایک چٹائی ہے جس کے نشان، محبوب خدا ﷺ کے پھول کی پتیوں سے بھی نرم و نازک جسم پر دکھائی دیتے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر فاروق اعظمؓ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے پوچھنے پر عرض کرتے ہیں:

یانبی الله!وماي لا أبكي وهذا الحصير قدأرى في جنبک وهذه خزانتک لا أرىٰ فيها الاماأرىٰ وذاک قيصر و كسرىٰ في الثمار و الأ نهار و أنت رسول الله ﷺ وصفوته و هذه خزانتک فقال يا ابن الخطاب لا ترضى ان تكون لنا الا خرة ولهم الدنيا (۱)

”یارسول اللہ! میں کیوں نہ روؤں حالانکہ اس چٹائی نے آپ کے جسمِ نازک پر نشان ڈال دیئے ہیں اور یہ آپ ﷺ کا کل خزانہ ہے جو میری آنکھوں کے سامنے ہے جب کہ قیصر و کسریٰ مال و دولت، باغات اور نہروں کے مزے لے رہے ہیں اور آپ کا یہ حال ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ اللہ کے رسول اور محبوب ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

اے ابن خطاب! کیا تو اس امر پر راضی نہیں کہ ہمارے لئے آخرت اور ان (قیصر و کسریٰ) کے لئے فقط دنیا کی نعمتیں ہوں۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کیوں نہیں (میں اس تقسیم پر راضی ہوں)“

اس مقام پر ابو الحسن بن ضحاک نے اس جملہ کا اضافہ کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

یا عمر لو شاء ان یسیر الجبال الدا سات معی ذھباً لسارت (۲)

---

(۱) مسلم، الصحيح، ۲:۱۱۰۷، رقم: ۱۴۷۹

(۲) محمد بن یوسف الصالحي، سبل الهدى، ۷: ۱۲۴

''اگر میں چاہتا کہ یہ بڑے بڑے پہاڑ سونا بن کر میرے ساتھ ساتھ چلیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ضرور میرے ساتھ چلا دیتا۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فقرو فاقہ اور زہد و توکل جاننے کے لئے درج ذیل دو روایات بھی ملاحظہ ہوں۔

۱۔ امام ترمذی اپنی جامع میں روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں نوے ہزار درہم کا ہدیہ پیش کیا گیا۔ جنہیں چٹائی پر رکھ دیا گیا۔ (سائل آتے گئے اپنی ضرورت کے مطابق اٹھاتے گئے) آپ ﷺ نے کسی سائل کو خالی نہ لوٹایا یہاں تک کہ ساری رقم ختم ہوگئی۔ اس کے بعد ایک شخص آیا اس نے اپنی ضرورت بیان ساری انسانیت کے غمگسار رسول ﷺ نے فرمایا:

**لیس عندی شئی ولکن اتبع علی فاذا جاء نا شیئا قضینا**

''اب میرے پاس رقم باقی نہیں لیکن تو جو بھی چاہے میرے نام پر ادھار خرید لے جب ہمارے پاس رقم آئے گی ہم ادا کر دیں گے۔''

۲۔ ایک انصاری عورت ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ کی خدمت میں آئی اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کے بستر پر صرف ایک چادر دیکھی [illegible] ام المومنین سے کہا کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے ایک ایسا [illegible]یجوں گی جس میں روئی بھری ہوگی (تاکہ سرکار دوعالم نرم بستر پر آرام فرماسکیں) چنانچہ اس نے ایسا بستر بھیجا۔ حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو بستر دیکھ کر پوچھا: یہ کیا ہے؟ ام المؤمنینؓ نے جواب دیا: یارسول اللہ! فلاں انصاری عورت آئی تھی۔ اس نے از رہِ محبت آپ کے لئے بستر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اسے واپس بھیج دو۔ مگر مجھے یہ بستر بہت پسند آیا اور میں نے چاہا کہ یہ میرے گھر میں رہے اس لئے واپس نہ کیا۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ مجھے یہ بستر واپس لوٹانے کو فرمایا اور آخری مرتبہ یہ

ارشاد فرمایا:

ردیہ یا عائشہ فو اللہ لو شئت لا جری اللہ معی الجبال ذھباو فضہ (۱)

''اے عائشہ! اسے لوٹا دو خدا کی قسم! اگر میں چاہوں تو میرا اللہ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلادے۔''

مذکورہ بالا روایات سے واضح ہو تا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ، نبی آخر الزماں، سید انس و جاں، حامی بیکساں، محبوب رب دو جہاں ﷺ نے سب کچھ ہوتے ہوئے اپنے اور اپنے اہل خانہ کے لئے فقر و فاقہ منتخب فرمایا۔ کچھ نہ ہوتے ہوئے فاقہ کرنا اتنی عظمت کی بات نہیں جتنی سب کچھ ہوتے ہوئے فاقہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں کا تقسیم کرنے والا اور دینوی خزانوں کا مالک بنایا لیکن آپ نے، جو کچھ میسر ہوا سب غریبوں، فقیروں، محتاجوں، مسکینوں اور محروموں میں تقسیم فرما دیا اور خود شکر وتفویض کے مقام پر فائز ہو کر فقر و فاقہ میں لطف محسوس کیا۔

قبضے میں جن کے ساری خدائی ان کا بچھونا ایک چٹائی
وہ بھی جی بھر کے نہ سونا صلی اللہ علیہ وسلم

## وصالِ نبوی پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مرثیہ

حضور بنی اکرم ﷺ کی رفیقہ حیات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ جنہوں نے مدنی زندگی کا سارا عرصہ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں گزارا، آپ ﷺ کے وصال پر اپنے مرثیہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی فقر و فاقہ والی گھریلو زندگی کا منظر ان الفاظ میں بیان فرماتی ہیں:

(۱) ۱۔ ابو زہرہ، خاتم النبیین، ۱: ۲۴۳
۲۔ ابن عساکر، مختصر تاریخ دمشق، ۲: ۲۴۹

یا من لم یلبس الحریر

و لم ینم علی فراش الوتیر

''اے وہ (عظیم رسول ﷺ) جنہوں نے کبھی ریشم کا کپڑا نہ پہنا اور جو زندگی بھر نرم بستر پر نہ سوئے۔''

و یامن خرج الدنیا

و لم یشبع من خبز الشعیر

''اے وہ (پیکر صبر و قناعت) جو دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ کبھی جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہ کھائی۔''

و یا من اختار الحصیر علی السریر

و یامن لم ینم باللیل من خوف السعیر

''اے وہ (بادشاہی میں فقیری اختیار کرنے والے) جس نے چارپائی پر چٹائی کو اختیار کئے رکھا اور اے وہ (شب زندہ دار) جو (امت کے لئے) دوزخ کے خوف سے رات بھر نہ سوتے تھے۔''

## کل جہاں مِلک اور جو کی روٹی غذا

حضرت امام مسلمؒ اپنی الجامع الصحیح میں حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عروہؓ سے ارشاد فرمایا: کہ اے میرے بھانجے! اللہ کی قسم ہم لوگ ایک چاند کو دیکھتے پھر دوسرے کو۔ پھر دوسرے ماہ کے اختتام پر تیسرے ماہ کے چاند کو بھی دیکھ لیتے مگر حضور نبی اکرم ﷺ کے گھروں میں آگ جلانے کی نوبت نہ آتی۔ حضرت عروہؓ کہتے ہیں مین نے پوچھا: خالہ جان! تو پھر آپ کا گزارہ کس چیز پر تھا؟ فرمایا: دو چیزوں یعنی کھجور اور پانی پر (الا سودان التمر والماء) اوز البتہ کچھ انصار حضرت

نبی اکرم ﷺ کے پڑوسی تھے جن کے پاس اونٹنیاں تھیں۔ وہ از رہ محبت آپ ﷺ کے پاس دودھ بھیج دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ وہ دودھ ہمیں پلا دیتے تھے۔(۱)

اسی طرح امام بخاری اپنی جامع میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سامنے ایک دفعہ گوشت اور روٹی پر مشتمل کھانا رکھا گیا تو وہ رو پڑے اور فرمانے لگے :**خرج النبی ﷺ من الدنیا ولم یشبع ھو واھل بیتہ من خبز الشعیر** (حضور نبی اکرم ﷺ دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ آپ اور آپ ﷺ کے اہل وعیال نے کبھی بھی جو کی سوکھی روٹی سے (بھی) سیر ہوکر کھانا نہ کھایا تھا۔)

یہ فقرو فاقہ، مدنی زندگی کے اس دور میں بھی تھا جب اموالِ غنیمت اور فے کثیر تعداد میں آرہے تھے۔ مختلف ممالک سے قیمتی ہدایا وتحائف بھی آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کئے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ مکی زندگی میں بذریعہ تجارت کمایا جانے والا سرمایہ اور مدنی زندگی میں بھی محدود پیمانے پر بذریعہ تجارت وصول ہونے والا سرمایہ بھی تھا۔ لیکن یہ سب کچھ پیغمبر اکرم ﷺ نے معاشرہ کے غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں پر خرچ کر دیا اور خود فقرو فاقہ کی زندگی پسند کی۔ علاوہ ازیں رب ذوالجلال نے خزائن الارض کی چابیاں آپ کو عطا فرمائیں۔ ابوبکرو عثمانؓ جیسے مالی قربانیاں پیش کرنے والے غلام عطا فرمائے لیکن آپ ﷺ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ آپ ﷺ فرماتے: اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہوتو مجھے اس بات میں دلی مسرت ہوگی کہ تین راتیں گزرنے سے پہلے اس میں سے کچھ نہ بچے سوائے اس کے کہ جس سے میں قرض ادا کرسکوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول کے مطابق سید دو عالم ﷺ نے اپنی وفات تک بھی متواتر دو دن جو کی روٹی سے بھی سیر ہوکر کھانا نہیں کھایا۔

غالباً انہی احادیث کی ترجمانی ان الفاظ میں بھی کی گئی ہے۔

---

(۱) ا۔ بخاری، الصحیح، ۲:۹۵۶

۲۔ مسلم، الصحیح، ۲:۴۰۱

کھانا جو دیکھا تو جو کی روٹی
ان چھنا آٹا روٹی موٹی

وہ بھی پیٹ بھر کر نہ کھانا
صلی اللہ علیہ وسلم

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی نے اپنے مشہور زمانہ ''سلام'' میں محسن انسانیت،غریبوں کے والی،یتیموں کے ملجا ﷺ کے اسی اختیاری فقرو فاقہ کو ان الفاظ میں بطور نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے جس کی گونج برصغیر پاک و ہند کے گلی کوچوں میں اکثر سنائی دیتی رہتی ہے۔

کُل جہاں مِلک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

## میری اور دنیا کی مثال ایک مسافر کی سی ہے جو......

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک دن سرورانبیاء ﷺ ایک چٹائی پر محواستراحت تھے۔آپ ﷺ کے نرم و نازک پہلو مبارک پر، اس کے پٹھے کے نشانات تھے۔ اسی اثناء میں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ!اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو ہم یہاں آرام دہ بستر بچھا دیں جس پر آپ ﷺ آرام فرمائیں۔نبی مکرم ﷺ نے میری اس گزارش پر ارشاد فرمایا:

مالي وللدنيا ما انا و الدنيا الا كراكب سار في يوم صائف و قال تحت شجرة ثم تركها (۱)

یعنی میری اور دنیا کی مثال ایک مسافر کی سی ہے جو موسم گرما سفر کرتے ہوئے تھوڑی دیر کیلئے ایک درخت کے نیچے آرام کرتا ہے اور پھر اسے چھوڑ کر آگے روانہ ہو جاتا ہے۔

## فیضانِ صحبتِ محمدی ﷺ اور کردارِ صحابہ

پیغمبر انقلاب حضور نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف اپنے اسوہ وعمل کو انسانیت کے لئے بطور نمونہ کمال پیش فرمایا بلکہ اپنے فیضانِ رسالت سے صحابہ کرام کی ایک ایسی جماعت بھی تشکیل فرمائی جن کی زندگیاں اسوہ نبوی کی عملی اتباع کی مظہر اور آئینہ دار تھیں۔ یہ صحابہ، عرب کے عام افراد تھے لیکن معیتِ نبوی ﷺ کے فیض سے ان کی زندگیاں انقلاب آشنا ہو گئیں۔ان کے فکر وعمل کے پیمانوں اور ان کی دوستی و دشمنی کے معیار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن مجید یوں ارشاد فرماتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ.وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ. ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ. وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ. كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ. وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (۲)

”محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ (ﷺ) کی معیت اور سنگت میں ہیں (وہ) کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں۔ آپ انہیں کثرت سے رکوع کرتے ہوئے، سجود کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ (صرف) اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلب گار ہیں۔ ان کی نشانی، ان کے چہروں پر سجدوں کا اثر

(۱) یوسف الصالحی الشامی، سبل الهدیٰ، ۷:۱۲۴

(۲) القرآن، الفتح، ۴۸:۲۹

ہے(جو بصورت نور نمایاں ہے)ان کے یہ اوصاف تورات میں (بھی مذکور) ہیں اور ان کے(یہی)اوصاف انجیل میں (بھی مرقوم) ہیں۔ وہ (صحابہ، ہمارے محبوبِ مکرم کی)کھیتی کی طرح ہیں جس نے(سب سے پہلے)اپنی باریک سی کونپل نکالی، پھر اسے طاقتور اور مضبوط کیا، پھروہ موٹی اور دبیز ہوگئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی (اور جب سرسبز و شاداب ہوکر لہلہائی تو) کاشتکاروں کو کیا ہی اچھی لگنے لگی (اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے صحابہؓ کو اسی طرح ایمان کے تناور درخت بنایا ہے) تاکہ ان کے ذریعے وہ(محمد رسول اللہ ﷺ سے جلنے والے) کافروں کے دل جلائے،اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے، مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔''

اس آیت میں ''معیتِ نبوی'' کے ''فیض یافتگان'' کی سیرت وکردار اور احوال و اطوار کے جن نمایاں پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے وہ شدّت علی الکفار (دشمنان اسلام کے خلاف غیض و غضب) تراحم بین المو منین (باہمی محبّ و مودت اور ایثار و احسان) کثرت رکوع و سجود (شب بیداری و عبادت گزاری) اور ابتغاء رضوان الٰہی (ہر عمل سے رضائے الٰہی کا حصول) ہیں۔ علامہ اقبال اسی کردار کو اپنے الفاظ میں یوں بیان فرماتا ہے۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

صحابہ کرام ﷺ کی زندگیاں آپس میں تراحم و تعاطف اور ایثار و احسان سے عبارت تھیں۔ وہ ایک دوسرے پر اپنے مال و دولت اور جان قربان کرنے والے تھے۔ وہ خلق خدا سے ہمدردی، دلسوزی اور نفع بخشی میں بعد میں آنے والوں کے لئے معیارِ عمل تھے۔ فقر محمدی کے فیض سے بہرہ ور ہوکر انہوں نے اپنے اموال، اپنے محتاج و ضرورت مند بھائیوں پر خرچ کرکے، خود کو فقر و فاقہ سے دو چار کر دیا تھا۔ وہ اپنی ضرورت پر دوسرے مسلمان بھائی کی ضرورت کو ترجیح دیتے تھے۔ اس کی واضح مثال مواخات مدینہ ہے جس میں انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنی تجارتوں ، زراعتوں اور جائیدادوں میں

اس طرح شریک کر لیا کہ ملکیتیں تک انہیں سونپ دیں اور جب مہاجرین نے زراعت میں نا تجربہ کاری کی بنا پر شرکت سے معذرت کی تو انصار نے ایثار وقربانی کا وہ بے نظیر جواب دیا جس کی مثال دنیا کے کسی معاشرہ اور کسی بڑے سے بڑے رہنما کے پیروکاروں میں نہیں ملتی۔ انہوں نے اپنے مہاجر بھائیوں سے جواباً کہا: کوئی بات نہیں محنت ہم کریں گے اور منافع دونوں میں برابر تقسیم کرتے جائیں گے۔

صحابہ کرامؓ کے ایثار و احسان کا یہ کردار دراصل فیض تھا صحبتِ محمدی کا اور یہ برکت تھی نگاہِ مصطفیٰ کی کہ

جس طرف چشمِ محمد ﷺ کے اشارے ہوگئے
جتنے ذرے سامنے آئے ، ستارے ہوگئے

## اصحابِ صُفَّہ......فقرِ محمدی کے غمّاز وعکّاس

تاجدارِ مدینہ، سرورِ قلب و سینہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے مدینہ شریف میں مسجد نبوی شریف کی ایک جانب ایک چبوترہ یا سائبان تیار کرایا جسے ''صفہ'' کا نام دیا گیا۔ یہاں مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے بے گھر مسلمانوں کو ٹھہرایا جاتا۔ اسی طرح وہ لوگ جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوتے اور ان کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوتا انہیں بھی اسی چبوترہ پر ٹھہرایا جاتا پھر یہاں طالب علم آکر رہنے لگے۔ تعلیماتِ نبوی سے فیضیاب ہونے کے لئے یہ لوگ یہیں پڑے رہتے۔ یہ لوگ اپنی دنیاوی ضروریات کی طرف بہت کم توجہ دیتے۔ زیادہ وقت بارگاہِ رسالتمآب ﷺ میں گزارتے اور عبادات میں مصروف رہتے۔ دیگر صحابہ اپنے اپنے کاروبار میں مصروف رہتے اور نمازوں کی ادائیگی کے لئے مسجد میں حاضر ہوتے لیکن ''اہل صفہ'' نے رفتہ رفتہ اپنے سارے اوقات حصول علم اور عبادات کے لئے وقف کر دیئے۔ یہ درویش اور فقیر لوگ تھے اور فقر محمدی کے عکّاس وغمّاز تھے۔ ان کی تعداد ۴۰۰ تک پہنچی ہے۔ ان میں سے اکثر کے پاس بنیادی انسانی ضروریات کا سامان بھی نہ تھا۔ نہ گھر نہ اہل و عیال۔ ان کی کل کائنات بس یہی چبوترہ اور مسجد نبوی تھی۔ یہ لوگ صبح

معنوں میں فقروغنا کے پیکر، پرہیز گار، متقی اور تحریک اسلامی کے عظیم کارکن تھے جنہوں نے اپنی زندگیاں کلیۃً دین حق کے لئے وقف کر رکھی تھیں۔ دعوت وتبلیغ اور مختلف علاقوں میں تعلیم قرآن کے لئے انہیں کی خدمات حاصل کی جاتیں۔ انہی کی شان بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا. وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔ (۱)

”(خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں (کسبِ معاش سے) روک دیئے گئے ہیں وہ (امورِ دین میں ہمہ وقت مشغول رہنے کے باعث) زمین میں چل پھر بھی نہیں سکتے ان کے (زُھداً) طمع سے باز رہنے کے باعث نادان (جو ان کے حال سے بے خبر ہے) انہیں مالدار سمجھے ہوئے ہے، تم انہیں، ان کی صورت سے پہچان لوگے، وہ لوگوں سے بالکل سوال ہی نہیں کرتے کہ کہیں (مخلوق کے سامنے) گڑگڑانا نہ پڑے، اور تم جو مال بھی خرچ کرو تو بیشک اللہ اسے خوب جانتا ہے۔“

عارف باللہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، اس آیت کی تفسیر میں ابن عباسؓ کی روایت رقمطراز ہیں۔

”اہلِ صفہ تقریباً چار سو افراد تھے جو فقراء مہاجرین میں سے تھے۔ مدینہ طیبہ میں ان کے پاس نہ تو رہنے کے لئے جگہ تھی نہ وہاں ان کا قبیلہ تھا۔ وہ مسجد نبوی کے چبوترے پر رہتے تھے، ہمہ وقت تعلیم حاصل کرتے، عبادت میں مشغول رہتے تھے اور ہر لشکر کے ساتھ جہاد کے لئے نکلتے تھے جسے رسول اللہ ﷺ بھیجتے تھے۔ (۲)

یہ صحابہ ”زہدِ مصطفیٰ“ کے غماز تھے جو ہر طرح کے دنیوی علائق سے بے نیاز ہو

---

(۱) القرآن، البقرة، ۲:۲۷۳

(۲) قاضی ثناء اللہ پانی پتی، التفسیر المظهری، ۱:۳۹۲

کر حصول علم یا عبادات میں مصروف رہتے۔انہیں کھانے کو اتنا کم ملتا کہ ہر وقت ان پر نقاہت کا غلبہ رہتا۔اکثر اوقات دوران نماز گر پڑتے ،دیکھنے والے سمجھتے شاید یہ دیوانے ہیں جامع الترمذی کی ایک روایت ان کے فقر و فاقہ کی کیفیت یوں بیان کرتی ہے۔

**ان رسول اللہ ﷺ کان اذا صَلّ بالناس یخر رجال من قامتھم فی الصلاۃ من الخصاصۃ و ھم اصحاب الصفۃ حتی تقول الا عراب ھولاء مجانین (۱)**

’’جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے ہوتے تو اصحابِ صفہ میں سے کئی افراد بھوک کے باعث کمزوری کی وجہ سے گر پڑتے حتی کہ اعراب کہتے کہ یہ لوگ پاگل ہیں۔‘‘

اہلِ صفہ وہ خوش قسمت افراد تھے جو شب و روز بارگا ہ نبوی میں رہ کر آپ ﷺ سے براہ راست تربیت حاصل کرتے۔اس طرح معلمِ کائنات سرکارِ دوعالم ﷺ اس جماعت کے براہ راست مزکی،مربی اور معلم تھے اور آپ ﷺ کی ظاہری و باطنی توجہات اور روحانی فیض نے اس جماعت کو تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور روحانی بالیدگی میں اعلی و ارفع مقام پر فائز کر دیا۔یہی وجہ ہے کہ بعد میں امت کے جس طبقہ نے ان کے طریقِ زندگی کو اپنایا وہ ان کے نام کی وجہ سے ’’صوفیا‘‘ کہلایا۔صوفیاء وہ طبقہ ہے جو فقروزہد،عبادت و ریاضت ،تقویٰ وطہارت اور لذاتِ دنیوی سے کنارہ کشی میں اہل صفہ کا متبع ہے۔ چنانچہ شیخ ابو بکر بن اسحاق بخاری، صوفیاء کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

**اما سموا صوفیۃ لقرب او صافھم من اوصاف اھل الصفۃ الذین کانوا فی عھد رسول اللہ (۲)**

’’صوفیہ کی وجہ تسمیہ، ان کا باعتبار اوصاف، اصحابِ صفہ کے قریب تر ہونا ہے جو

---

(۱) ترمذی،الجامع،۴:۵۸۳،رقم: ۲۳۶۸

(۲) شیخ ابو بکر،ایفاظ الھم فی شرح الحکم،۱:۲

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں موجود تھے۔‘‘

لہٰذا بقول شیخ الاسلام حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، اصحاب صفہ وہ تھے جن کے قلب و باطن ’’ویز کیھم‘‘ کے کاملاً مصداق بن کر مشاغل حیات اور علائق دنیوی سے کٹ کر کمال درجہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی محبت میں مستغرق ہوگئے تھے۔ چنانچہ وہ بندگان خدا، جو ان نفوس قدسیہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے لذات دنیوی سے کنارہ کش ہو کر محبوب حقیقی کی رضا ہی کو اپنا مقصود و مطلوب ٹھہرا کر اسی کے مکھڑے کے طلب گار بن گئے، صوفیاء کہلائے اور ان کا طریق زندگی ’’تصوف‘‘ کے نام سے موسوم ہوا۔‘‘ (۱)

## ’’زورِ حیدر‘‘ ’’فقر بوذر‘‘ ’’صدق سلمانی‘‘ ...... فیضانِ فقرِ محمدی ہے

فیضانِ صحبت محمدی ﷺ سے جو جماعت تیار ہوئی اس کے افراد مختلف صفات و کردار میں یکتا و بے مثال ہوگئے۔ کوئی صدق میں بے مثال ہوا تو کوئی عدل میں، کسی کا سخاوت میں کوئی ثانی نہیں تو کوئی شجاعت میں لاجواب ہے۔ کسی نے علم میں کمال حاصل کیا تو کسی نے زہد و ورع میں۔ یہ سب کرنیں تھیں ایک ہی مشعل کی اور یہ سب ایک ہی گلدستہ کے رنگا رنگ پھول تھے کیونکہ

گلہائے رنگا رنگ سے ہے رونقِ چمن
اے ذوق! اس جہاں کو ہے زیب، اختلاف سے

حضور نبی اکرم ﷺ کے فیضان نے مختلف صحابہ کرامؓ کو مختلف اوصاف میں لاجواب و باکمال بنا دیا۔ آج دنیا اگر ان اوصاف و کردار کو مجسم شکل میں دیکھنا چاہے تو سید دو عالم ﷺ کے ان غلاموں کو دیکھ سکتی ہے جو صحبت نبوی کی برکتوں سے مالا مال ہوئے۔

صدیق بنا، فاروق بنا یہ کان حیا یہ شیر خدا
رتبہ جو کسی مومن کو ملا پر تو ہے نورِ محمد کا

(۱) حقیقت تصوف از شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

انہی صحابہ کرامؓ میں کچھ ایسے بھی ہیں جو فقر محمدی اور زہد محمدی کے عکاس اور غماز بنے ان کی زندگی میں ''حامل الفقر فخری'' کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ انہی میں ایک پروردہ آغوشِ نبوی، تاجدارِ اقلیم فقرو ولایت، باب مدینۃ العلم حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں جو شیر خدا بھی ہیں اور مشکل کشا بھی، ان کی شجاعت و بہادری اور قوت و طاقت کو جا بجا علامہ اقبال اپنے کلام میں ایک استعارہ کے طور پر ذکر کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ زورِ حیدری اور بازوئے حیدر کی بنیاد مرغن غذائیں اور اعلیٰ قسم کا سامانِ خوردونوش نہیں بلکہ اتباع اسوۂ نبوی میں نانِ شعیر ہے کہ

جہاں میں نان شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

حضرت علی ﷺ نے اپنا بچپن، لڑکپن اور شباب حضور نبی اکرم ﷺ کی براہِ راست تربیت میں گزارا۔ حضور بنی اکرم ﷺ کے فقرو فاقہ اور زہد کا ایسا رنگ چڑھا کہ آپ کی زندگی بھی فقرِ محمدی کی عکاس بن گئی۔ آپؓ نے اسوۂ نبوی ﷺ کی اتباع میں اپنی ساری دولت اور کمائی غریبوں، فقیروں یتیموں اور اسیروں پر خرچ کردی (سورہ الدھر کی آیات ۷تا۱۰ و یطعمون الطعام علی حبه مسکینا و یتیما و اسیرًا ان کے انفاق وایثار کی طرف اشارہ کناں ہیں) اور اپنے گھر کو فقروفاقہ کی زینت سے نوازے رکھا۔ تمام اصحاب سیر اس امر پر متفق ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اس مایہ ناز اور جلیل القدر صحابی کے ایثار و انفاق کا عالم یہ تھا کہ زندگی بھر ایک مرتبہ بھی ''صاحبِ نصاب'' نہ ہو سکے کہ زکوۃ ادا کرنے کی نوبت آئے اس لئے آپؓ فرماتے ہیں:

فما وجبت علیّ زکواۃ مال

فھل تجب الزکوۃ علی الجواد

''میرے اوپر مال کی زکوٰۃ کبھی واجب نہیں ہوئی پس کیا سخی لوگوں پر بھی زکوٰۃ واجب ہو سکتی ہے؟''

تاجدار ولایت حضرت مولا علی مشکل کشاؓ کے لختِ جگر حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ

کا یہ قول بھی اس فقر و فاقہ پر شاہد ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ آل محمد ﷺ کے گھرانے میں ایک صاع کھانے نے کبھی بھی شام نہیں گزاری۔

اسی لئے علامہ مرحوم اپنے دور کے مسلمانوں کے لئے رب ذوالجلال سے بازوئے حیدر کی اس انداز سے استدعاء کرتے ہیں کہ

دلوں کو مرکزِ مہر و فا کر
حریمِ کبریا سے آشنا کر
جنہیں "نانِ جویں" بخشی ہے تو نے
انہیں "بازوئے حیدر" بھی عطا کر

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، سید العالمین امام المرسلین حضور نبی اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابی تھے۔ وہ اپنے صدق و صفا اور دنیا سے بے رغبتی میں زہدِ مصطفوی کا عکس اور پرتو تھے۔انہوں نے اپنی زندگی دینوی ساز و سامان سے بے رغبتی اور فقر وفاقہ میں گزاری۔ان کی صحبت میں رہنے والے قبیلہ بنو عبس کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت سلمانؓ کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے چلے جا رہے تھے تو انہوں نے فرمایا: اے قبیلہ بنو عبس والو! اتر کر پانی لو۔ چنانچہ میں نے پانی پی لیا۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ تمہارے پینے سے کیا دجلہ میں کوئی کمی آئی ہے؟ میں نے کہا کہ میرے خیال میں تو کئی کمی نہیں آئی۔ پھر فرمایا علم بھی اسی طرح ہے اس میں سے جتنا بھی لیا جائے کم نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا سوار ہو جاؤ پس میں سوار ہو گیا۔ پھر ہمارا گزر گندم اور جو کے کھلیانوں پر ہوا۔ انہیں دیکھ کر فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تو یہ فتوحات عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ حضرت محمد ﷺ کے صحابہ سے روکے رکھا تو کیا ہمیں یہ فتوحات اس لئے دیں ہیں کہ ہمارے ساتھ خیر کا ارادہ ہے اور ان سے روکنے میں ان کے ساتھ شر کا ارادہ تھا۔ میں نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ ان کے ساتھ خیر کا ارادہ تھا اور حضور نبی اکرم ﷺ نے آخری دم تک کبھی تین دن مسلسل پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

حضرت ابوسفیان ﷺ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ آخری عمر میں بیمار ہوگئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ان کی عیادت کو گئے تو حضرت سلمانؓ رونے لگے۔ حضرت سعدؓ نے رونے کا سبب پوچھا حالانکہ آپ تو (انتقال کے بعد) اپنے ساتھیوں سے جاملیں گے اور حضور اقدس ﷺ کے پاس حوض کوثر پر جائیں گے اور حضور نبی اکرم ﷺ کا اس حال میں وصال ہوا کہ سرکار ﷺ آپ سے راضی تھے۔ حضرت سلمانؓ نے کہا میں نہ تو موت سے گھبرا کر رویا ہوں اور نہ دنیا کے لالچ کی وجہ سے بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی کہ گزارے کے لئے تمہارے پاس اتنے دینار ہونے چاہیں جتنا کہ سوار کے پاس توشہ اور میرے پاس دنیا کا بہت سا سامان ہے اور وہ سامان تھا ایک لوٹا، کپڑے دھونے کا برتن اور اس طرح کی چند اور چیزیں۔

یہی وہ نفوس قدسیہ تھے جن کے قلوب دنیوی رغبتوں سے پاک اور پیشانیاں سجدوں کی لذت سے آباد تھیں۔ انہیں کے فقروفاقہ، زہد و ورع، صدق و صفاء اور قوت و شجاعت کا استعارہ استعمال کرتے ہوئے علامہ اقبال نے کہا تھا:

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا زورِ حیدر، فقر بوزر، صدق سلمانی

## آغوشِ "زہدِ نبوی" کے پروردہ "خلیفۃ المسلمین" کے زُہد کا ایک عجیب واقعہ (حیدری فقر)

منبعِ ولایت، بابِ مدینہ علم وحکمت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ ﷺ جب امیر المومنین بنے تو شروع میں آپؓ کا دارالخلافہ مدینہ شریف تھا۔ اس زمانہ میں مدینہ شریف سے دور، ایک اعرابی کا اونٹ گم ہوگیا۔ وہ شخص اونٹ کی قیمت حاصل کرنے کے لئے دور دراز کی منزلیں طے کرتا ہوا دارالخلافہ، مدینہ منورہ پہنچا۔ کیسا زمانہ تھا اور کیسی فلاحی ریاست تھی کہ اگر کسی کی چوری ہو جاتی بازیابی نہ ہونے کی صورت میں حکومت دادرسی کرتی۔ اعرابی، امیر المومنینؓ کی رہائش گاہ پر آیا تو شہزادہ گلگوں قبا، راکب دوشِ مصطفےٰ سیدنا امام حسین ﷺ نے اس کا استقبال کرتے ہوئے، اسے خوش آمدید کہا۔ اعرابی کو مسجد کے حجرے

میں بٹھایا اور کہا کہ میں آپ کے لئے کھانا تیار کر کے لاتا ہوں۔

چنانچہ تھوڑی دیر گزری تو شہزادہ امام حسین ؓ، پُر تکلف کھانا لے کر تشریف لائے اور اعرابی کے سامنے رکھ دیا۔ مسافروں، مہمانوں اور ضرورت مندوں کو کھانا کھلانا اہل بیت نبوی کے خاندان کا پرانا معمول تھا۔ اتفاق سے، اس وقت امیر المومنین حضرت شیر خدا ؓ بھی مسجد میں بیٹھے تھے اور اپنے معمول کے مطابق، سوکھی روٹی پانی میں بھگو کر تناول فرما رہے تھے۔ اس اعرابی کو معلوم نہ تھا کہ امیر المومنین یہی ہیں ۔وہ حضرت امام حسینؓ سے کہنے لگا، میں کھانا ہرگز نہ کھاؤں گا جب تک کہ اس غریب شخص کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک نہ کرلوں جو صحن مسجد میں خشک روٹی پانی میں بھگو کر کھا رہا ہے۔

امام عالی مقامؓ نے فرمایا: یہی تو میرے والدگرامی امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں ۔ وہ اپنے معمول کے برخلاف یہ پر تکلف کھانا ہرگز نہ کھائیں گے۔ واہ سبحان اللہ! مسلمانوں کے کیسے حکمران تھے اور ان کا طرز زندگی کیسا سادہ تھا یہ سادگی، زہد اور نفس کشی، اعرابی کے قدموں تلے زمین نکل گئی کہ لاکھوں مربع ایکڑ سلطنت عظیم کے سیاہ و سفید کے مالک کی یہ سادگی، ایسی خشک غذا جسے غریب ترین انسان بھی کھانا گوارا نہ کرے۔غرض اس اعرابی کو بیت المال سے ایک عمدہ اونٹ دلایا گیا اور وہ شکر گزاری و حیرانی کے جذبات سے لبریز اور بامراد اپنے وطن مالوف کو واپس چلا گیا۔

حضرت مولا علی ؓ کا یہ زہد اور سادگی دراصل عکس اور پرتو تھا سید عرب و عجم ﷺ کے فقرِ اختیاری کا کہ انہی کی مبارک آغوش میں شیرِ خدا کی تربیت ہوئی تھی۔ غلاموں کے کردار کا عالم یہ ہے تو سردار کا عالم کیا ہوگا۔ علامہ اقبال، آپ ؓ کے اِس کردار کو "حیدری فقر" کا نام دیتے ہوئے "جواب شکوہ" میں عصر حاضر کے مسلمانوں کو یوں جھنجھوڑتے ہیں

حیدری فقر ہے ، نے دولتِ عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے

(اقبال)

باب چہارم

# حضور ﷺ
# کا
# غریبوں سے عملی رویہ

گزشتہ فصل میں سید الانبیاء، محب الفقراء، انیس الغرباء حضور نبی اکرم ﷺ کے فقروزہد سے مطمئن زندگی کا تذکرہ کیا گیا جس کا اجمالی خاکہ کچھ اس طرح ہے کہ آپ ﷺ کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا۔ بعض اوقات پورا پورا مہینہ گزر جاتا کہ گھر کے چولہے میں آگ نہ جلتی آپ ﷺ کے گھرانہ میں خشک کھجور اور پانی کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ کبھی لباس فاخرہ نہ پہنا آپ ﷺ کا بستر بوریا کا تھا جس پر آرام فرمانے سے جسد اطہر پر نشان پڑ جاتے۔ جو رزق اللہ کی طرف سے بھیجا جاتا بقدر حاجت رکھ کر سب غرباء و مساکین اور حاجتمندوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ آپ ﷺ کے گھر میں سونا تھا نہ چاندی اور نہ ہی آپ ﷺ کا کوئی سرمایہ جمع ہوتا۔ کون ومکان کے مالک ہو کر بھی کوئی شے اپنے پاس نہ رکھتے۔ جب آپ ﷺ نے دنیا سے وصال فرمایا تو علم کے علاوہ کوئی ترکہ نہ چھوڑا۔ بقول حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، آپ ﷺ نے جن دو کپڑوں میں وفات پائی ان کے علاوہ کوئی کپڑا نہ تھا۔ آپ ﷺ کے زہد اور فقر وفاقہ کو دیکھ کر ایک دفعہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے لئے بستر وغیرہ بنانے کی پیش کش کی تو آپ ﷺ نے یہ کہہ کر رد فرما دیا کہ میرے لئے دنیا ایسی ہے جس طرح کہ مسافر کے لئے سایہ دار درخت جو دوپہر گزارنے کے لئے تھوڑی دیر رکتا ہے اور پھر آرام کے بعد آگے سفر کے لئے روانہ ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ کا یہ زہد، آپ ﷺ کا یہ فقر سب کچھ اضطراری نہ تھا بلکہ اختیاری تھا۔ آپ ﷺ نہ صرف ایسی حالت پر خوش اور مطمئن تھے بلکہ اسے باعث فخر سمجھتے تھے۔

اب اس فصل میں غریب پرور رسول ﷺ کی سیرت طیبہ سے ایسی مثالیں لائی جائیں گی جن سے آپ ﷺ کے غرباء کے ساتھ عملی رویہ کا پتا چلے گا۔ آپ ﷺ نے نہ صرف اپنی وعظ و تبلیغ کے ذریعے غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کی مدد کا پیغام دیا بلکہ خود عملی

طور پر غریبوں کی مدد کر کے نمونہ کامل بنے۔ آپ کی ساری زندگی فقراء و مساکین کی مدد اور ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرنے میں گزری۔ ''مشتے از خروارے'' کے طور پر ذیل میں چند مثالیں رقم کی جاتی ہیں۔

## ''دُرِّ یتیم'' کو حالتِ یتیمی میں پیدا کرنے کی ایک حکمت

والدین، کسی بھی شخص کے لئے، دنیا میں سب سے بڑھ کر مہربان، مخلص اور ہمدرد ہوتے ہیں۔ پیدائش کے بعد ابتدائی دور میں کسی بھی بچے کے سب سے بڑے معمار اور مربی اس کے ماں باپ ہی ہوتے ہیں۔ انہی کے فیضِ صحبت اور برکتِ تربیت سے بچہ، ارتقاء کی منازل طے کرتے ہوئے، زندگی کے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ والدین کی اتنی اہمیت و ناگزیریت کے باوجود اللہ تعالیٰ ﷻ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے ہی، آپ ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلا لیا تھا اور آپ ﷺ کی شفیق و مہربان والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی سراپا محبت و سکون ذات کو اس وقت اٹھا لیا جب کہ آپ ﷺ صرف چھ سال کے تھے۔ اتنی تھوڑی عمر میں والدین کی شفقت و محبت اور رافت و رحمت سے محروم کرنے کی اصل حکمتیں تو خالقِ کائنات ہی جانتا ہے کیونکہ **فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ** (حکیم کا فعل، حکمت سے خالی نہیں ہوتا)۔ لیکن ائمہ دین، مفسرین و محدثین اور سیرت نگاروں نے ان حکمتوں سے کچھ نہ کچھ پردہ اٹھایا ہے۔ امام فخرالدین رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں سورۃ ''والضحیٰ'' کی آیہ کریمہ ''اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْماً فَاٰوٰی'' کے تحت حضور ﷺ کے یتیم ہونے کی چھ حکمتیں بیان کی ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، شیخ اسماعیل حقی اور دیگر ائمہ نے بھی حالت یتیمی میں پیدا کرنے کی حکمتیں رقم کی ہیں۔ انہیں حکمتوں میں سے ایک یہ ہیکہ جس نبی نے دنیا بھر کے یتیموں کے سر پر دست شفقت رکھنا بے کسوں اور بے سہاروں کے لئے سہارا بننا تھا اُنہیں یتیم اس لئے پیدا فرمایا کہ وہ یتامیٰ و بے سہارگان کے مسائل و احوال اور مشکلات سے عملی طور پر آگاہ ہو جائیں۔ کیونکہ جب تک کسی راہ سے گزرا نہ جائے اس کے نشیب و فراز کا پتہ نہیں چل سکتا۔ بیماری میں مبتلا ہوئے بغیر

بیماری کے دکھ اور تکلیف کا احساس نہیں ہو سکتا۔ جس آدمی نے کبھی بھوک نہ دیکھی ہو اسے فاقہ زدہ لوگوں کی پریشانی کا کیا احساس ہوگا کہ بھوک کی حالت میں انسان پر کیا گزارتی ہے؟ سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہونے والے، ساری زندگی اے سی کوٹھیوں، دفتروں اور گاڑیوں کی سہولت حاصل کرنے والے، مرغن غذائیں کھانے والے اور ہر طرح کی پرُتعیش زندگی گزارنے والے سرمایہ داروں اور امیروں کو مفلسوں کی مفلسی کا احساس کیسے ہوگا؟ حالانکہ بقول نظیر اکبر آبادی

جب آدمی کے حال پہ آتی ہے مفلسی
کس کس طرح سے اس کو ستاتی ہے مفلسی
بھوکا تمام رات سلاتی ہے مفلسی
پیاسا تمام دن رُلاتی ہے مفلسی
یہ دکھ وہ جانے جس پہ آتی ہے مفلسی

مفلسین و مساکین کی حالت کا یہ عملی احساس ہی تھا جس کی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں قحط پڑنے پر خود بھی بھوکا رہنا پسند کیا۔ آپ قحط کے زمانے میں پیٹ بھر کر کھانا تناول نہ فرماتے۔ عموماً بھوکا رہتے یا غرباء و مساکین کے ساتھ تھوڑا سا کھانا کھا لیتے۔ رفیقانِ خاص کے عرض کرنے پر جواب دیا کہ ایک بھوکے شخص کی کیفیات اور اسے پہنچنے والی تکالیف کا وہی اندازہ لگا سکتا ہے جو خود بھوک کی کیفیت سے دوچار رہا ہو۔ اسی تصور کی وضاحت کے لئے شیخ الاسلام حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے الفاظ ملاحظہ ہوں جن میں احکام اسلام کی حکمت بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں

''اسلام نے غرباء اور امراء سب پر روزے فرض کئے ہیں۔ دولتمندوں کو اس فرض کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ وہ بھی غرباء کی طرح بہر صورت روزے رکھیں اور غریبوں کی طرح بھوک برداشت کریں خواہ ان کے گھر کھانے کے انبار لگے ہوں تاکہ انہیں عملاً بھوک کا احساس ہو اور تجربے سے پتہ چلے کہ اس حالت میں انسان پر کیا بیتتی ہے۔

حضور رسالتمآب ﷺ کی شان یتیمی میں بھی یہی حکمت کارفرما تھی ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ''عالمین'' کے لئے ''رحمت'' بنایا ہے اور یتامیٰ و مساکین، رحمت و کرم کے سب سے زیادہ مستحق ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کو یتیم پیدا کیا تاکہ آپ ﷺ غرباء و یتامیٰ اور مساکین کے مسائل، احوال اور مشکلات سے عملی طور پر آگاہ ہو جائیں۔ اور جب غنائم تقسیم کرنے کا وقت آئے تو انہیں دوسروں پر ترجیح دیں اور سب سے پہلے انہی کو اپنے لطف و کرم سے نوازیں۔

جو لوگ سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہوتے ہیں اور پھر غریبوں کی نمائندگی کا دعویٰ کرتے ہیں (جس طرح کے آج کل کے سیاسی نظام میں جاگیرادار، سرمایہ دار، وڈیرے سیاست دان، انتخابات میں اپنے آپ کو غریبوں اور مزدوروں کا نمائندہ کہتے ہیں اور ان کے حقوق کی بات کرتے ہیں حالانکہ وہ زندگی بھر غربت و مفلسی کے قریب سے بھی نہیں گزرے ہوتے) وہ بالعموم دھوکہ باز ہوتے ہیں۔ انہیں پتہ ہی نہیں ہوتا کہ غربت کسے کہتے ہیں اور غریبوں کی مشکلات کیا ہیں۔ وہ غربت کا نعرہ، فقط اپنے مفادات کے لئے لگاتے ہیں۔ شان یتیمی میں اس حقیقت کا اعلان تھا کہ یہ نبی ﷺ جن غریبوں، یتیموں محتاجوں اور دکھی انسانیت کے لئے نوید انقلاب بن کر آیا ہے، وہ خود بھی اس حال سے گزرا ہے اور اسے معلوم ہے کہ یتیمی کیا ہے اس لئے جب یہ دکھی اور مجبور و بیکس انسانیت کو بحال کرنے اور اسے اس کا حق دلانے کی بات کرے گا تو یہ آواز اس کے ''گلے'' سے نہیں بلکہ ''روح'' سے اٹھ رہی ہو گی اور اس میں اس امر کی طرف بھی اشارہ تھا کہ انقلاب ایسے ہی حالات کی بھٹی سے کندن بن کر نکلنے والے لوگ لایا کرتے ہیں۔ جاگیردار اور سرمایہ دار نہیں لا سکتے۔ (۱)

جس طرح کسی چیز کو دیکھے اور عملی تجربہ کئے بغیر انسان اس کی اصلیت و حقیقت کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا اسی طرح دورِ یتیمی سے گزرے بغیر یتیموں کی مشکلات اور پریشانیوں کا اندازہ نہیں ہوسکتا کیونکہ جس نے ساری زندگی کیلا نہ کھایا ہو اسے کیلے کے

---

(۱) ڈاکٹر محمد طاہر القادری، سیرۃ الرسول، ۱: ۲۸۱-۲۸۲

ذائقے کا پتہ نہیں چل سکتا۔ سیب کھائے بغیر، صرف بتلانے سے سیب کے ذائقے کا اندازہ نہیں ہو گا اور گڑ چکھے بغیر اس کی مٹھاس کا احساس نہیں ہو سکتا۔ اس لئے رب کائنات نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو حالتِ یتیمی میں پیدا فرمایا تاکہ اس راہ سے گزار کر اور یتیمی کے درد سے عملاً آگاہ کر کے انہیں دنیا بھر کے یتیموں کا والی، غریبوں کا مولیٰ، بے کسوں کا کس، بے سہاروں کا سہارا اور ساری کائنات کے بے چاروں کا چارہ گر بنایا جا سکے۔

## جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑے

### ﴿عید کے روز ایک یتیم بچے کی دلجوئی﴾

نبی رحمت، محسن انسانیت، محبّ یتامیٰ، انیس غریباں حضرت محمد ﷺ، ایک مرتبہ عید کے دن نماز عید ادا کرنے لئے اپنے کاشانہ اقدس سے نکلے تو راستے میں دیکھا کہ بچے کھیل رہے ہیں مگر ایک بچہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے، سب سے الگ تھلگ، بیٹھا رو رہا تھا۔اس غریب بچے کی حالتِ زار دیکھ کر حضور ﷺ کے چلتے ہوئے قدم رک گئے۔اس کے قریب جا کر بے چاروں کے چارہ گر نے پوچھا: بیٹا! کیا بات ہے؟ تو کیوں رو رہا ہے؟ آج تو عید کا دن ہے۔ مسلمانوں کی خوشیوں کا موقع ہے۔ سب بچے کھیل رہے ہیں تو کیوں نہیں کھیل رہا؟ وہ اپنی پریشانی کی بنا پر شاید سرکار ﷺ کو نہ پہچان سکا اور کہنے لگا کہ صاحب! مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے دوبارہ پوچھنے پر اس بچے نے عرض کیا کہ میرا باپ فلاں غزوہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شریک ہوا اور شہید ہو گیا۔ میری والدہ نے دوسرا نکاح کر لیا میرے سوتیلے باپ نے مجھے گھر سے نکال دیا۔اب میرے پاس نہ کھانا ہے نہ پینا، نہ کپڑا ہے نہ گھر۔ اب جب میں نے دوسرے بچوں کو نئے کپڑوں میں ملبوس ہنسی خوشی کھیلتے دیکھا تو میرا غم تازہ ہو گیا کہ اے کاش! آج میرا باپ بھی زندہ ہوتا تو میں بھی ان خوشیوں میں شریک ہوتا۔ رحمت دو عالم ﷺ غم خوار انسانیت ﷺ نے اس سے غم خواری کرتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑا اور بے مثال انداز سے یتیم پروری کرتے ہوئے یہ تاریخی ارشاد فرمایا

''کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں تیرا باپ، عائشہ تیری ماں، فاطمہ تیری بہن، علی رضی اللہ عنہ تیرے چچا اور حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ تیرے بھائی ہوں''

وہ کہنے لگا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اتنی بڑی سعادت پر راضی نہ ہوں۔ رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید گاہ کی طرف جانے کی بجائے واپس اپنے گھر تشریف لائے۔ اسے نہلایا دھلایا، خوبصورت کپڑے پہنائے، کھانا کھلایا اور پھر اسے ساتھ لے کر نمازعید کے لئے روانہ ہوئے۔ اسے خوش وخرم اوراعلیٰ لباس میں ملبوس دیکھ کر باقی لڑکے اس یتیم بچے سے پوچھنے لگے۔ ابھی تو تھوڑی دیر پہلے رو رہا تھا اور اب بڑا خوش ہے بات کیا ہے؟ وہ کہنے لگا:

''میں بھوکا تھا، اللہ نے میرے کھانے کا انتظام کر دیا۔ میں ننگا تھا، میرے مولیٰ نے میرے لئے کپڑوں کا انتظام کردیا۔ میں یتیم تھا اور اب میرے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، بہن سیدہ کائنات فاطمہ رضی اللہ عنہا، چچا سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور بھائی حسین کریمین رضی اللہ عنہما بن چکے ہیں۔'' جب دیگر لڑکوں نے اس بچے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت وغریب نوازی کا منظر دیکھا تو حسرت سے کہنے لگے

''اے کاش! آج ہمارے باپ بھی نہ ہوتے (اور اپنی یتیمی کی بنا پر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثال شفقت ورحمت حاصل کرتے)۔

یہ یتیم لڑکا ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت میں رہا حتی کہ جس روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو یہ بچہ رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ افسوس آج میں یتیم اور غریب ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔

اس واقعہ سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ پیغمبر انقلاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف خالی خولی تقریروں کے ذریعے ہی غریبوں اور مسکینوں سے ہمدردی نہ کی بلکہ اپنے عمل سے غریب پروری اور مسکین نوازی کا عدیم المثال نمونہ بھی فراہم کیا۔

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑے
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

## غزوۂ احد میں شہید صحابی کے بچے کا باپ بننا

### یتیموں کے سروں پر کر دیا اقبال کا سایہ

مدنی دور میں اسلام اور کفر کے درمیان کئی معرکے ہوئے۔ ان میں صحابہ کرام شوقِ شہادت سے سرشار ہو کر شریک ہوتے اور اسلام کے دشمنوں سے دیوانہ وار لڑتے۔ کئی دفعہ ایسے صحابہ کرام ﷺ بھی شہید ہو جاتے جن کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوتے۔ حضور نبی اکرم ﷺ ان بے سہارا بچوں کی کفالت اور تعلیم و تربیت کے لئے نہ صرف صحابہ کرام کو ترغیب دیتے بلکہ اپنے ہمدردانہ و مشفقانہ عمل سے بھی یتیم نوازی اور غریب پروری کا بے نظیر نمونہ فراہم کرتے۔ ایک دفعہ سن ۳ ہجری میں ہونے والے معرکہ ''غزوۂ احد'' میں حضور ﷺ کے ایک صحابی شہید ہو گئے جن کے بیٹے حضرت بشیر بن عقبہ الجہنی بیان کرتے ہیں۔

میں غزوۂ احد کے روز حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور پوچھا یارسول اللہ ﷺ! میرے باپ کا کیا ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، انہوں نے جام شہادت نوش کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ یہ سن کر میں رونے لگا تو (کائنات انسانی کے غم خوار اعظم) رسول اکرم ﷺ نے مجھے پکڑا، میرے سر پر دستِ شفقت پھیرا اور مجھے اپنے پیچھے بٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا ''(اے بشیر) کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں تیرا باپ اور عائشہ ﷞ تیری ماں ہو'' (۱)

### یتیم بچوں سے مسجد کیلئے بھی زمین بلا معاوضہ نہ لی

پیغمبر انقلاب ﷺ دنیا میں عدل کی حکمرانی کی نوید لے کر مبعوث ہوئے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف مظلوم و مجبور اور مقہور طبقوں کی داد رسی کے لئے قوانین بنائے بلکہ اپنے کردار و عمل سے یتیموں کے والی اور غریبوں کے مولیٰ جیسے القاب سے ملقب ہوئے آپ ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد مسجد نبوی کی تعمیر کے لئے جو قطعہ اراضی پسند فرمایا وہ بنو بخار کے دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھا۔ ان دونوں بچوں کے والد رافع بن

(۱) ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۱۷۱

ابی عمرو کے فوت ہو جانے کے بعد یہ اسعد بن زراہ کی کفالت میں تھے تاجدار کائنات ﷺ نے بنو بخار کو بلا کر زمین خرید نے کا ارادہ فرمایا۔انہوں نے کہا، یارسول اللہ ﷺ! ہم اس قطعہ کا معاوضہ آپ سے نہیں، اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔ایک روایت کے مطابق سرکاردوعالم ﷺ نے اس زمین کے مالک دونوں بچوں کو بلایا اور یہ جگہ خریدنے کے لئے گفتگو فرمائی ۔ ان دونوں نے عرض کی بَلْ نَهَبُهُ لَکَ یارسول اللہ ﷺ (اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ ہم اس قطعہ زمین آپ کی خدمت اقدس میں بطور نذرانہ پیش کرتے ہیں )لیکن یتیموں کے سر پر دستِ شفقت رکھنے والے آقا ﷺ نے گوارانہ کیا کہ یتیم بچوں کا اثاثہ بلاقیمت اپنے مصرف میں لایا جائے خواہ یہ مصرف کتنا ہی اعلیٰ وارفع کیوں نہ ہو۔ بہر حال آپ ﷺ کے اصرار پر دونوں بچوں نے قیمت لینے پر رضا مندی ظاہر کر دی اور زمین کا سودا، دس دینار میں طے پا گیا۔ یہ رقم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا کی شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، مدارج النبوۃ میں اس جگہ کی قیمت کے متعلق لکھتے ہیں

وبده مثقال آنرا بخریده ازمال ابو بکر که در و قتِ هجرت همراه برده بود (۱)

''یہ قطعہ زمین دس مثقال کے عوض خریدا گیا۔ یہ قیمت اس مال سے ادا کی گئی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کرتے وقت اپنے ہمراہ لائے تھے۔''

## ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے، ان کے کرم کی بات نہ پوچھو

### ﴿ایک غریب صحابی کے کفارۂ ظہار کی ادائیگی﴾

ظہورِ اسلام سے قبل عربوں میں یہ رواج تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہتا کہ انتِ عليَّ كظهر اُمّی(تو مجھ پر اس طرح ہے،جس طرح میری ماں کی پشت )اس قول سے نکاح ٹوٹ جاتا اور وہ عورت اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی۔ اسے وہ اپنی اصطلاح میں ''ظہار'' کہتے تھے۔

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی،مدارج النبوۃ،۶۸

اسلام میں سب سے پہلے ظہار کا جو واقعہ پیش آیا وہ کچھ یوں ہے کہ حضرت عبادہ ﷛ کے بھائی، اوس ابن صامت ﷛، بڑھاپے کی عمر میں، اپنی بیوی حضرت خولہ بنت ثعلبہ ﷝ سے کسی بات پر ناراض ہو گئے۔ بڑھاپے کی وجہ سے مزاج چڑچڑا ہو گیا تھا۔ غصہ کے عالم میں اپنی بیوی سے کہہ دیا ''انتِ علیّ کظھر اُمّی'' یہ کہنے کے بعد پچھتانے لگے۔ خولہ کو پاس بلانے کی کوشش کی اس نے انکار کرتے ہوئے جواب دیا ''اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں خولہ کی جان ہے۔ جب تک اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہمارے بارے میں فیصلہ نہ فرمالیں تم میرے قریب نہیں آسکتے''

خولہ بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا:

''اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ! اوس نے جب میرے ساتھ شادی کی میں جوان تھی۔ میرے گھر والے بھی موجود تھے۔ میں صاحبِ مال بھی تھی۔ اب شباب رخصت ہو گیا، بوڑھی ہو گئی۔ گھر والے بھی نہ رہے، مال بھی نہ رہا۔ اب اوس نے مجھے یہ الفاظ کہہ دیے ہیں۔ کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے کوئی گنجائش ہے کہ ہم اکٹھے رہ سکیں۔ حضور نبی مکرم ﷺ نے جواب دیا'' تیرے بارے میں مجھے ابھی کوئی حکم نہیں ملا''۔ اس نے پھر عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! اس نے طلاق کا لفظ تو نہیں کہا'' وہ بار بار یہ کہتی رہی۔ حضور ﷺ وہی جواب دیتے رہے۔

ادھر خولہ نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں فریاد کرنا شروع کر دی کہ باری تعالیٰ! میں اپنی تنہائی اور خاوند سے جدائی کا شکوہ تجھ ہی سے کرتی ہوں۔

ایک روایت میں ان کے یہ الفاظ درج ہیں۔

''اے باری تعالیٰ! میں اپنے فقر وفاقہ اور خستہ حالی کا شکوہ تجھ سے کرتی ہوں میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اگر انہیں، ان کے باپ کے سپرد کرتی ہوں تو وہ ضائع ہو جائیں گے۔ اگر اپنے پاس رکھتی ہوں تو وہ بھوکے مریں گے''

حضرت خولہ ﷝ بار بار آسمان کی طرف منہ اٹھا کر فریاد کرتی رہیں کہ الٰہی! اپنے

نبی پر ایسا حکم نازل فرما جس سے میری مصیبت رفع ہو جائے۔ ربّ کریم نے اپنی پریشان حال بندی کی التجا سنتے ہوئے جبریل امین کو درج ذیل آیات دے کر بھیجا جن کا تعلق سورۃ مجادلہ کے ابتدائی حصہ سے ہے۔ ترجمہ یہ ہے

''بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی ہے جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں تکرار کر رہی تھی اور اللہ سے فریاد کر رہی تھی، اور اللہ آپ دونوں کے باہمی سوال و جواب سن رہا تھا، بیشک اللہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہےo تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظِہار کر بیٹھتے ہیں (یعنی یہ کہہ بیٹھتے ہیں کہ تم مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہو)، تو (یہ کہنے سے) وہ اُن کی مائیں نہیں (ہوجاتیں)، اُن کی مائیں تو صرف وہی ہیں جنھوں نے اُن کو جنا ہے، اور بیشک وہ لوگ بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور بیشک اللہ ضرور درگزر فرمانے والا بڑا بخشنے والا ہےo اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر بیٹھیں پھر جو کہا ہے اس سے پلٹنا چاہیں تو ایک گردن (غلام یا باندی) کا آزاد کرنا لازم ہے قبل اِس کے کہ وہ ایک دوسرے کو مَس کریں، تمہیں اس بات کی نصیحت کی جاتی ہے، اور اللہ اُن کاموں سے خوب آگاہ ہے جو تم کرتے ہوo پھر جسے (غلام یا باندی) میسّر نہ ہو تو دو ماہ متواتر روزے رکھنا (لازم ہے) قبل اِس کے کہ وہ ایک دوسرے کو مَس کریں، پھر جو شخص اِس کی (بھی) طاقت نہ رکھے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا (لازم ہے)، یہ اِس لئے کہ تم اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) پر ایمان رکھو۔ اور یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدود ہیں، اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہےo''

ان آیات کے نزول پر کریم آقا ﷺ نے حضرت خولہ کو خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا یا خولۃ البشرٰی، اے خولہ تجھے مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے (تجھ پر کرم کرتے ہوئے) تیرے بارے میں حکم نازل فرمادیا ہے۔ جاؤ اپنے خاوند کو بلاؤ۔ حضرت اوس حاضر

---

(۱) القرآن، المجادلۃ، ۵۸: ۱۔۴

خدمت ہوئے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: غلام آزاد کرو۔

عرض کیا: میرے پاس تو کوئی غلام نہیں ہے۔

فرمایا: پھر دو ماہ کے متواتر روزے رکھو۔

عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر دن میں تین مرتبہ نہ کھاؤں تو میری بینائی جواب دینے لگ جاتی ہے۔ اتنی مدت کیسے روزے رکھ سکتا ہوں۔

فرمایا: پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔

عرض کیا: آقا، میں بہت غریب و نادار ہوں۔ آپ ﷺ میری مدد فرمائیں تو میں کھانا کھلا سکتا ہوں۔ اس پر مسکین نواز، غریب پرور، لجپال رسول ﷺ نے غریب پروری فرماتے ہوئے اپنے پاس سے پندرہ صاع اس غریب صحابی کو عطا فرمائے۔ جس سے انہوں نے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دیا۔ اس طرح کفارۂ ظہار کے احکام بھی آگئے اور حضرت خولہؓ، کریم آقا ﷺ کی کرم نوازی سے، اپنے گھر پھر سے آباد ہونے کے قابل بھی ہوگئیں۔

یہی وہ بڑھیا تھی جس کا صحابہ کرام بہت احترام کرتے تھے۔ ایک دفعہ، حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اپنے عہدِ خلافت میں، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے گزرے۔ آپ رضی اللہ عنہ دراز گوش پر سوار تھے۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا۔ حضرت خولہ نے انہیں روک لیا اور نصیحتیں کرنے لگی۔ آپ کافی دیر تک، بڑے صبر وتحمل سے، کھڑے اس بڑھیا کی باتیں سنتے رہے۔ جب کافی وقت گزر گیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! اس بڑھیا کے لئے آپ اتنی دیر کھڑے رہیں گے۔ آپ نے فرمایا:

''بخدا اگر یہ مجھے صبح سے شام تک روکے رکھے تو میں کھڑا رہوں گا۔ صرف نماز کے اوقات میں رخصت لوں گا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ بوڑھی کون ہے؟ یہ خولہ بنت ثعلبہ ہیں جس کی فریاد کو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سنا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ رب العالمین تو اس کی بات سنے اور عمر نہ سنے (۱)

(۱) پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ۵:۱۳۵

اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ کی بندوں پر شانِ رحمت کا بھی اظہار ہوتا ہے اور اس کے کریم رسول ﷺ کا اپنے غلاموں پر لطف و کرم کا بیان بھی۔

الٰہی تو کریمی و رسولِ تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

منگتے خالی ہاتھ نہ لوٹے ، کتنی ملی خیرات نہ پوچھو
ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے ، ان کے کرم کی بات نہ پوچھو

## حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قرض اور کریم آقا ﷺ کی بے چینی

حضرت جابر بن عبداللہؓ، رسول کریم ﷺ کے ایک نادار صحابی تھے۔ انہوں نے مدینہ منور کے ایک سرمایہ دار یہودی سے قرض لے لیا۔ قرض کی واپسی کا جو وقت مقرر تھا، کھجوروں کے پھل نہ لانے کی وجہ سے اس مقررہ وقت پر آپ قرض ادا نہ کر سکے یہودی نے قرض کی وصولی کا مطالبہ کیا۔ حضرت جابر نے اپنی تنگدستی کی بناء پر مہلت طلب کی یہودی نے مہلت دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت جابرؓ بارگاہِ رسالتمآب ﷺ میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ہمارے ہر طرح کے دکھوں کا مداوا کرنے والے پیغمبر کریم ہی ہیں۔ غمگسار رسول ﷺ نے ان سے یہ نہیں فرمایا جاؤ یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے خود اس سے بات کرو بلکہ آپ ﷺ نے چند صحابہ کو ساتھ لیا اور یہودی کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے قرض کی ادائیگی کے لئے اس سے مہلت طلب کی۔ جس پر اس نے کہا

''ابوالقاسم (ﷺ) اب میں مہلت نہیں دوں گا''

حضور نبی اکرم ﷺ یہودی کا انکار سن کر حضرت جابرؓ کے کھجوروں کے باغ میں تشریف لے گئے خود مشاہدہ فرمایا کہ کھجوروں کے باغ میں اتنا پھل نہیں آیا۔ یہودی کے

پاس دوبارہ مہلت کے لئے تشریف لے گئے۔ دوسری مرتبہ بھی اس نے انکار کر دیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ، پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے باغ میں تشریف لائے اور جابر کے باغ کے چبوترہ پر آرام فرمانے کے ارادہ سے لیٹ گئے۔ قربان جائیں لجپال و کریم آقا ﷺ کی ہمدردی وغم گساری پر کہ کبھی عرش علیٰ پر مہمان بنتے ہیں اور کبھی ایک غریب صحابی کے باغ میں مٹی کے چبوترہ پر آرام فرمانے لگ جاتے ہیں۔ دنیا کے امیروں اور مغروروں کو یہ پیغام دینے کے لئے کہ اپنے سٹیٹس کو نہ دیکھا کرو بلکہ میزبان کی مالی حالت کے مطابق اس کی میزبانی قبول کرلیا کرو۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا آرام کرنا اس غم کو ہلکا کرنے کی خاطر تھا جو اپنے ایک غریب صحابی کے قرض کی وجہ سے آپ ﷺ کی طبع مبارک پر گراں بن گیا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ سو کر اٹھے اور کھجوروں کے جھنڈ میں کھڑے ہو گئے اور کھجوریں توڑنا شروع کردیں۔ آپ ﷺ کھجوریں توڑتے جاتے۔ جابر کھجوریں اکٹھی کرتے گئے۔ اتنی زیادہ کھجوریں ہوگئیں کہ یہودی کا قرض بھی ادا ہو گیا اور بہت ساری کھجوریں بچ بھی گئیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے اس عمل سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ غمزدہ انسانوں اور مصیبت کے مارے لوگوں کی دلجوئی اور ہمدردی کرنے کیلئے اپنی عزتِ نفس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہر ممکن طریقہ اختیار کیا جائے۔ حقیقی طور پر عظیم وہی ہوتے ہیں جنہیں کبھی کسی غریب ومحتاج کے لئے چھوٹا بھی بننا پڑے تو وہ ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں۔

## جن کو دنیا میں نہ کوئی اپنا کہے......

شہر مدینہ میں ایک حبشی رہتا تھا۔ وہ مسجد نبوی میں جھاڑو دینے کی سعادت پر مامور تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو لوگوں نے اسے معاشی طور پر کم درجہ کا سمجھ کر حضور کو اطلاع نہ کی۔ ایک دن آقائے دو جہاں ﷺ نے خود ہی لوگوں سے دریافت فرمایا کہ فلاں حبشی نظر نہیں آرہے ان کا کیا حال ہے؟ ''لوگوں نے عرض کیا، اے اللہ کے کریم نبی ﷺ! اس کا تو انتقال ہو گیا'' آپ کو یہ سن کر بڑا قلق ہوا، فرمانے لگے:

'افلا اذ نتمونی' تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی؟

پھر انیس الغریبین محبّ الفقراء و المساکین ﷺ خود چل کر اس غلام کی قبر پر گئے اور وہاں اس کی نماز جنازہ پڑھی (۱)

اسی طرح شہر مدینہ میں ''عالیہ'' نامی ایک غریب عورت رہتی تھی۔ وہ مدینہ شریف کی جنوب مشرقی آبادی میں سکونت پذیر تھیں۔ ایک دفعہ وہ سخت بیمار ہوئیں اس کے بچنے کی امیدیں ختم ہو گئیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب اس کا انتقال ہو تو مجھے بھی مطلع کرنا کہ میں اس کا جنازہ پڑھوں گا۔ لیکن اس عورت نے، رات اس وقت رختِ سفر باندھا جب مہربان آقا ﷺ سو چکے تھے۔ لوگوں نے اسے حقیر جان کر حضور ﷺ کو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس کی نماز جنازہ پڑھ کر دفنا دیا۔

صبح ہوئی، آقا نے اپنی غریب صحابیہ کی خیریت دریافت کی تو لوگوں نے بتایا کہ اسکو تو دفنا دیا گیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ بہت رنجیدہ ہوئے۔ ساری کائنات کے غریبوں کے محسن ﷺ نے اپنے ساتھ صحابہ کرام کی ایک جماعت لی اور وہاں جا کر اپنی اس غریب صحابیہ کی نماز جنازہ پڑھی۔

توجہ طلب امر یہ ہے آج کے دور میں غریبوں کا نام تو ہر کوئی لیتا ہے لیکن انہیں دھوکہ دے کر اپنے مقاصد کو تو پورا کیا جاتا ہے لیکن جب ان کے گھروں میں چولہے بجھ جاتے ہیں یا کسی غربت کے مارے کا بیمار بچہ رات بھر کروٹیں لیتا ہے یا کسی کی بیٹی جوان ہو کر اپنے بالوں میں چاندی دیکھ کر، مفلس والدہ کا منہ تکتی ہے، اس وقت ان کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں ہوتا۔ یہ جھوٹا استحصالی نظام، صرف اُس انقلابی ہستی کے لائے ہوئے نظام سے بدلا جا سکتا ہے جنہوں نے اپنے ایک ارشاد مبارک کے ذریعے اس کمزور اور مظلوم و مجبور طبقہ کی مدد کی ترغیب اس انداز سے فرمائی:

عن ابی الدر دا ء عن النبی ﷺ ابغونی ضعفا ئکم فانما ترزقون

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب القرض، ۱: ۵۴۴

**وتنصرون. بضعفائکم** [1]

''حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کمزوروں کے بارے میں میرا دل خوش کیا کرو تمہیں انہی کمزوروں کے سبب سے رزق دیا جاتا ہے اورانہی کے سبب تمہاری مدد کی جاتی ہے''

اس حدیث میں ''ابغونی'' کا لفظ توجہ طلب ہے کہ ''مجھے خوش کرو'' یعنی اگر سرکارِ دو جہاں کو خوش کرنا چاہتے ہو تو امت کے کمزوروں اور غریبوں سے محبت کیا کرو۔ ان کی دلجوئی اور دستگیری کیا کرو۔ اس سے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خوش ہو جائیں گے اورآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدا بھی۔ اسی لئے علامہ اقبال ایک جگہ اپنے کلام میں، پیغام دیتے ہوئے، فرماتے ہیں:

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

(اقبال)

اور

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو، خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

(اقبال)

## حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کی شادی کی فکر اور انتظام

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک خادم خاص تھے۔ ان کا کام یہ تھا کہ یہ رات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے لئے پانی وغیرہ کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ ایک رات ان کی پرخلوص خدمت سے سرکار دو جہاں غمخور بے کساں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو گئے۔ دریائے رحمت جوش میں آیا اور فرمایا:

---

(۱) ترمذی، السنن، ۴: ۲۰۶ رقم: ۱۷۰۲

سل شئت ''مانگ جو مانگنا چاہو''

عرض کیا:

**اسئلک مرافقتک فی الجنۃ**

میں جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں''

یعنی جس طرح یہاں آپ ﷺ کی خدمت کی سعادت سے بہرہ ور ہوں۔ اسی طرح قیامت کے دن بھی یہ نوکری قائم رہے۔ فرمایا اوغیر ذلک؟''علاوہ ازیں کوئی چیز؟ عرض کیا: نہیں، یہی کافی ہے۔ حضور ﷺ کے تیسری مرتبہ پوچھنے پر بھی اسی تمنا کا ہی ذکر کیا۔ گویا کہ:

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

یہی صحابی رسول حضرت ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سرکار دو جہاں ﷺ نے مجھ سے پوچھا ''ربیعہ! کیا تو شادی نہیں کرے گا'' میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! میں نہیں چاہتا کہ کوئی چیز مجھے آپ کی خدمت کی سعادت سے غافل کردے'' سرکار خاموش ہو گئے کچھ دنوں کے بعد سرکار کو پھر میری شادی کی فکر ہوئی اور فرمایا کہ ''ربیعہ! کیا تو شادی نہیں کرے گا'' میں نے جواباً عرض کیا ''حضور میں نہیں چاہتا کہ کوئی مشغولیت مجھے آپ ﷺ کی خدمت سے غافل کردے اور مزید یہ کہ میرے پاس اتنی رقم بھی نہیں جس سے بیوی کا مہر ادا کرسکوں'' سرکار ﷺ خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے سوچا کہ سرکار میرے متعلق خوب جانتے ہیں کہ میرے پاس کیا کچھ ہے۔ لہٰذا اب اگر آفر ہوئی تو میں انکار نہیں کروں گا۔ اب اگر حضور پوچھیں گے تو ''ہاں'' کردوں گا۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد کریم آقا ﷺ نے پھر فرمایا:

''ربیعہ! کیا شادی نہیں کرے گا''؟

میں نے عرض کیا: حضور ﷺ مجھے کون رشتہ دے گا۔ میرے پاس تو اتنا پیسہ بھی نہیں کہ بیوی کو دے سکوں۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا فلاں قبیلے کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ نے تمھیں حکم دیا ہے کہ تم مجھے اپنی لڑکی نکاح میں دے دو۔ میں حضور ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے مذکورہ شخص کے پاس پیغام پہنچایا۔ انہوں نے پیغام سن کر آپ ﷺ کو اور مجھے مرحبا کہا۔ اپنی بیٹی مجھے نکاح میں دے دی۔ میں نے بارگاہ مصطفٰے ﷺ میں حاضر ہو کر سارا ماجرا سنایا اور عرض کیا اب حق مہر کہاں سے دوں؟۔ آپ ﷺ نے حضرت بریدہؓ اسلمی سے فرمایا کہ ربیعہ کے لئے ایک گٹھلی کے برابر سونے کا انتظام کرو۔ انہوں نے سونا جمع کر کے مجھے دیا۔ میں نے لا کر اپنی بیوی کو دیا۔ پھر میں نے ولیمہ کے لئے بھی دونوں جہاں کے تاجدار اور مسکینوں کے غمخوار آقا ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا تو آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق حضرت بریدہؓ نے ایک مینڈھے کا انتظام کیا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا کہ گھر میں جتنے جو ہیں میرے حوالے کر دیں۔ آپؓ نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے جو کی ٹوکری میرے حوالے کر دی حالانکہ اس روز کاشانہ نبوی میں شام کے کھانے کے لئے اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی غریب پروری سے میرے لئے روٹی اور گوشت کا ولیمہ تیار ہو گیا۔ یوں سرکار دوعالم ﷺ نے اپنے خادم کے رشتہ سے لے کر ولیمہ تک، سارا انتظام خود ہی فرما دیا۔(۱)

## ایک دیوانی عورت کی خاطر، عرشِ بریں کا مہمان فرشِ زمیں پر

اہلِ دنیا، دیوانوں اور پاگلوں کی طرف توجہ دینے کی بجائے انہیں مذاق کا نشانہ بناتے ہیں لیکن محسن انسانیت غمگسار عالم ﷺ کا اس طبقہ کے ساتھ تعلق بھی انتہائی شفقت و محبت اور دلجوئی پر مبنی تھا۔ حدیث پاک کی متعدد کتابوں میں ایک دیوانی عورت کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ محسنِ انسانیت ﷺ مسجد نبوی شریف میں، صحابہ کرام کے سامنے اہم مسائل بیان فرما رہے تھے کہ پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ایک بڑھیا حضور

---

حاکم، المستدرک، ۲:۱۸۸، رقم: ۲۷۱۸

سے مخاطت ہوئی اور کہا مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔لہٰذا آپ میرے ساتھ آئیں۔صحابہ نے حضور سے عرض کیا کہ یہ دیوانی عورت ہے اس کی طرف توجہ نہ دیں لیکن رحمت دو عالم ﷺ،صحابہ کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے ساتھ چل پڑے۔ایک دیوانی عورت کی خاطر آپ ﷺ مدینہ کی گلیوں میں پھرتے رہے یہاں تک کہ گلی کے ایک موڑ پر پگلی عورت نے آپ سے کہا، کہ آپ یہاں زمین پر بیٹھیں عرشِ بریں کا مہمان، دھوپ کی تمازت اور کڑی دھوپ میں، فقط اس کی دلجوئی کی خاطر، زمین کے ننگے کنکریلے فرش پر بیٹھ گئے۔اس نے اپنی ضرورت بیان کیجسے آپ ﷺ نے بخوشی پورا کردیا۔ وہ خوش ہو کر دعا دیتے ہوئے چلی گئی۔ اس طرح غمخوارِ انسانیت نے اپنے عمل سے ان لوگوں کی بھی دلجوئی فرمائی جنہیں دنیا حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے اور لوگ جنہیں منہ لگانا بھی اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ آپ نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو سہارا دیا اور انسانیت کو پیغام دیا کہ انسانی دل، کعبہ کی طرح محترم ہے۔ اس لئے دکھی دل کو سکون پہچانا بہت بڑی عبادت ہے جس طرح کہ مولانا رومؒ نے فرمایا:

دل بدست آور کہ حج اکبراست
از ہزاراں کعبہ ، یک دل بہتراست

اسی طرح آپ ﷺ کی سیرت کے اسی وصف کو ایک اور شاعر نے یوں بیان کیا:

جس کو حقارت سے ، دنیا نے دیکھا اور منہ پھیر لیا
اس کو بھی سینے سے لگایا ، میرے کملی والے نے

## قبیلہ مضر کے خستہ حال افراد کو دیکھ کر بے چینی اور ان کی مدد کیلئے ترغیب

حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ مومن باہم محبت و مودت اور ایک دوسرے پر نرمی کرنے کے معاملے ایک جسم کی مانند ہیں۔ اگر جسم کے ایک حصہ میں تکلیف ہو تو سارا جسم دکھ محسوس کرتا ہے۔ اس فرمان پر آپ ﷺ کے عمل کا حال یہ تھا کہ آپ ﷺ کسی کو حالت تکلیف میں دیکھتے تو پریشان ہو جاتے تھے۔جب تک وہ تکلیف

رفع نہ ہو جاتی آپ ﷺ کو چین نہ آتا تھا۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن جریر سے مروی واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ حضور کی خدمت میں قبیلہ مضر کے کچھ لوگ آئے۔وہ ننگے پاؤں، ننگے جسم، دھاری دار چادریں پہنے اور تلواریں لٹکائے ہوئے تھے۔ان کی خستہ حالی اور فقر و فاقہ دیکھ کر آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔ اس پریشانی کے عالم میں، آپ ﷺ کبھی اندر تشریف لے جاتے اور کبھی باہر۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم فرمایا۔(لوگ جمع ہو گئے) نماز کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا ہر آدمی صدقہ کرے خواہ اس کے پاس ایک ہی دینار ہو ،ایک ہی درہم، ایک ہی کپڑا ، ایک ہی صاع گندم یا کھجور ہو یہاں تک کہ اگر اس کے پاس کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو تو اس کا بھی صدقہ کرے (یعنی ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق صدقہ کرے)۔تعمیلِ ارشاد میں لوگ دھڑا دھڑ اشیاء لانے لگے یہاں تک کپڑوں اور کھانوں کے ڈھیر لگ گئے۔آپ ﷺ نے جب لوگوں کا جذبہ ہمدردی و ایثار دیکھا تو خوشی سے چہرہ انور یوں کھل اُٹھا جیسے وہ چمکتے ہوئے سونے کا ایک ٹکڑا ہو۔

## قیلولہ چھوڑتے ہوئے ایک مظلوم کی فریاد رسی

سید بنی آدم رحمت مجسم ﷺ کا مکی دور نبوت ہے۔ آپ ﷺ اپنے جاں نثار رفیق حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے گھر میں تشریف فرما ہیں۔موذن رسول حضرت بلال حبشی ؓ بھی خدمت اقدس میں حاضر ہیں۔دوپہر کا وقت اور گرمی کا موسم ہے۔اسی اثناء میں ایک نصرانی دروازے پر دستک دیتا ہے۔ حضرت بلال حبشی ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبیوں کے تاجدار اور بے کسوں کے غمخوار نبی ﷺ نے مجھے بھیجا کہ معلوم کروں کہ دروازے پر کون شخص دستک دیتا ہے اور اس کا کیا مسئلہ ہے؟ جب میں باہر گیا تو ایک نصرانی کو کھڑا پایا جو بارگاہ رسالت میں استغاثہ اور فریاد لے کر آیا تھا۔حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اجازت ملنے پر وہ اندر آ کر عرض کرتا ہے

''یا محمد ﷺ! آپ کہتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں، خدا کا بھیجا ہوا نبی ہوں۔ آپ مجھے اور دیگر لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دیتے ہیں اگر آپ رسولِ برحق ہیں تو یہ بھی تو دیکھیں کہ کوئی طاقتور، کسی ضعیف پر ظلم نہ کرے۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ ابوجہل نے مجھ پر ظلم کیا ہے اس طرح کہ اس نے میرا مال غصب کرلیا ہے۔ یہ وقت آپ ﷺ کے قیلولہ کا تھا۔ گرمی بھی شدید پڑ رہی تھی لیکن بے سہاروں کے سہارا اور بے چاروں کے چارا نبی ﷺ گرمی اور قیلولہ کو نظرانداز کرتے ہوئے ابوجہل کی طرف روانہ ہونے لگے۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! قیلولہ کا وقت ہے، شدید گرمی پڑ رہی ہے۔ ابوجہل بھی آرام کررہا ہوگا۔ اس وقت جائیں گے تو وہ ظالم برہم ہوگا۔ لیکن مظلوم کی دادرسی کرنے والے پیغمبر ﷺ نہ رکے اور اسی وقت جا کر ابوجہل کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ غصہ کی حالت میں باہر نکلا تو حضور ﷺ کو باہر کھڑا پایا۔ بولا، کیسے آئے؟ کسی آدمی کو کیوں نہ بھیجا۔ سرکاردوعالم ﷺ نے، غصہ میں رعب سے فرمایا ''اس نصرانی کا مال تم نے کیوں غصب کیا؟ اس کا مال فوراً اسے واپس کردو'' ابوجہل نے کہا، ''اگر اسی کام کے لئے آئے ہو تو کوئی آدمی بھیج دیتے۔ مال واپس کردیتا۔''

''نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ'' کی شان کے حامل نبی ﷺ نے فرمایا، ''باتیں نہ بناؤ، اس غریب کا مال واپس کرو'' ابوجہل گھر کے اندر گیا اور مال لاکر نصرانی کے حوالے کیا۔ حضور ﷺ کے پوچھنے پر نصرانی نے کہا کہ ایک اونی تھیلا رہ گیا ہے۔ پیغمبر ﷺ نے ابوجہل سے فرمایا، وہ تھیلا بھی لادو۔ ابوجہل نے کہا، اے محمد! تم واپس چلے جاؤ میں اسے پہنچادوں گا۔ غمخوار بے کساں رحمتِ عالمیاں ﷺ نے فرمایا 'میں اس وقت تک واپس نہیں جاؤں گا جب تک تم تھیلا واپس نہ کردو گے۔ ابوجہل گھر کے اندر گیا اور تھیلا تلاش کیا۔ نہ ملنے پر اس سے بہتر تھیلا لایا اور نصرانی کو دیا۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے نصرانی سے فرمایا 'یہ تھیلا بہتر ہے یا وہ بہتر تھا اس نے کہا' اے محمد ﷺ! یہ تھیلا بہتر ہے۔ اس پر غریب پرور اور

مسکین نواز رسول ﷺ نے فرمایا "اگر تم کہتے کہ وہ بہتر تھا تو میں اس وقت تک واپس نہ جاتا جب تک ابوجہل سے تمہارے تھیلہ کی قیمت لے کر تمہارے حوالے نہ کرتا"(۱)

مذکورہ بالا واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے آخری پیغمبر ﷺ، بلا تمیز مذہب ونسل، ہر دکھی کے دکھوں کا مداوا کرنے والے تھے۔ ہر بے چارے، بے سہارے اور بے کس کے لئے ملجاو ماویٰ کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ اپنے پرائے، ہر ایک کا غم کھانے والے اور دیسیوں پر دیسیوں کی مصیبت میں کام آنے والے تھے بقول ابوالاثر حفیظ جالندھری

وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا

## غریب طبقہ کی دعوت قبول کرنا

حضور نبی رحمت ﷺ کی غریب نوازی اور تواضع کا عالم یہ تھا کہ آپ ﷺ اپنے کسی غریب صحابی کی دعوت رد نہ فرماتے تھے۔ آپ ﷺ ان کی حوصلہ افزائی کے لئے ان کے گھروں میں تشریف لے جاتے اور ان کی دلجوئی فرماتے۔ اعلیٰ سیاسی وسماجی جاہ و منصب کے حامل لوگوں اور بڑے گھرانوں کی طرف سے دعوت ملنے پر تو ہر کوئی نہ صرف بخوشی جاتا ہے بلکہ اپنے لئے اعزاز سمجھتا ہے لیکن غریبوں، خادموں، مزدوروں اور ادنیٰ طبقہ کے لوگوں کی دعوت پر معذرت کرنے کے لئے "مصروفیات" کا بہانہ بنا لیا جاتا ہے۔ جبکہ سلطان عرب وعجم شاہ دو عالم رحمت مجسم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ ادنیٰ طبقہ کے لوگوں اور اپنے غلاموں کی دعوت بھی ہمیشہ قبول فرماتے۔ انہی غلاموں میں حضرت انسؓ، حضور ﷺ کے ایک خادم تھے جن کے والدین بھی آپ ﷺ کے بہت عقیدت مند تھے۔ آپ ﷺ اکثر ان کے گھر تشریف لے جاتے اور ان کی عزت افزائی فرماتے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ تشریف لائے تو حضرت انسؓ کی والدہ نے بارگاہ رحمت دو عالم ﷺ میں عرض کی 'یا رسول اللہ ﷺ! اپنے اس چھوٹے سے خادم کے لئے دعا فرمایئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کے مال اور اولاد میں کثرت کی دعا فرمائی۔ اس دعا کے ثمرہ میں،

(۱) صباح الدین عبدالرحمٰن، بزم صوفیاء، ۴۱۲

حضرت انس ﷺ کثیر المال والعیال ہوگئے۔عمر اتنی لمبی پائی کہ ایک سو سے زیادہ اولاد کو اپنے ہاتھ سے دفن کیا اور (اسی طرح حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے) ان کا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا۔ (۱)

اسی طرح ایک دفعہ ایک غریب درزی نے آپ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی۔ غریب پر وررسول ﷺ نے اس کی عزت افزائی کرتے ہوئے دعوت قبول فرمائی۔آپ ﷺ تشریف لائے تو اس نے جو کی روٹی اور اور کدو ملا شوربا آپ ﷺ کے سامنے رکھا۔ آپ ﷺ کھانا تناول فرماتے ہوئے پیالہ میں سے کدو ڈھونڈ ڈھونڈ کر کھانے لگے۔ حضرت انس ﷺ حضور ﷺ کے ساتھ تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے دیکھا کہ کدو حضور ﷺ کی پسندیدہ غذا ہے تو اس وقت سے آج تک کدو پسند کرتا ہوں جہاں ممکن ہو سالن میں کدو ڈلواتا ہوں۔ (۲)

## غریب کے بیٹے کے لئے کوئی بڑا عہدہ قابل تعجب لیکن غریب پر ور رسول ﷺ نے غلام زادے کو امیر لشکر مقرر کردیا

غریب نواز رسول ﷺ کی آمد سے قبل سابقہ امتوں اور قوموں کے بڑے لوگوں میں یہ بات بڑی قابل تعجب اور حیرت انگیز ہوتی تھی کہ ایک غریب و پسماندہ خاندان کے آدمی کو کسی بڑے منصب اور عہدہ پر فائز کر دیا جائے۔ ایک غریب آدمی، خواہ وہ علم وعقل، دانش وبصیرت اور تجربہ وصلاحیت کے اعتبار سے کتنا ہی اہل اور میرٹ پر پورا کیوں نہ اترتا ہو، صرف اس وجہ سے کسی بڑے منصب پر فائز نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ ہر اہم عہدہ صرف مال و دولت اور خاندان کے اعتبار سے بڑے لوگوں کے لئے مختص تھا۔قرآن مجید بنی اسرائیل کے ایک واقعہ کے ذریعے ان

---

(۱) ۱۔ بخاری، ادب المفرد،۹۶

۲۔ ابن کثیر، السیرة النبویه،۴:۶۵۳

(۲) ۱۔ امام مالک، الموطا: ۱۵۴

۲۔ ترمذی،الشمائل:۵۹۵

لوگوں کی ذہنیت آشکار کرتا ہے۔ حضرت شموئیل علیہ السلام سے، ایک دفعہ، بنی اسرائیل نے درخواست کی کہ ہم دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں ہمارے لئے کوئی امیر اور قائد مقرر کریں جس کی قیادت میں ہم دشمنوں سے مقابلہ کریں۔اس پر بنی اسرائیل کے پیغمبر نے قیادت کے لئے ایک ایسے آدمی کا تقرّر فرمایا جو صلاحیت و قابلیت اور فن حرب کے اعتبار سے ماہر تھا لیکن خاندانی اعتبار سے ''بڑے قبائل'' سے نہ تھا اور مالی لحاظ سے بھی کم درجہ کا تھا۔اس تقرری پر بنی اسرائیل کے ''وڈیرے'' احتجاج کرتے ہوئے کہنے لگے

قَالُو اَنّٰی یَکُونُ لَهُ الْمُلْکُ عَلَینَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِا لْمُلْکِ مِنْهُ وَلَمْ یُؤتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ (۱)

''وہ کہنے لگے کہ اسے (طالوت کو) ہم پر حکمرانی کیسے مل گئی حالانکہ ہم اس سے حکومت (کرنے) کے زیادہ حقدار ہیں، اسے تو دولت کی فراوانی بھی نہیں دی گئی''

نبی رحمت ﷺ کی بعثت سے جھوٹے اور غیر عادلانہ معیار قیادت کا خاتمہ ہوا۔ آپ ﷺ نے تاریخی خطبہ حجۃ الوداع کے ذریعے قیادت و سیادت کے لئے رنگ و نسل اور مال و دولت کے بت کو پاش پاش کر دیا۔ اپنے غریب پرور عمل سے غریبوں، کمزوروں اور غلاموں کو اعلیٰ مناصب پر فائز کیا اور یہاں تک ارشاد فرمادیا کہ اگر ایک ناک کٹا حبشی غلام بھی تم پر امیر مقرر کر دیا جائے جو تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی طرف بلائے تو تم پر اس کی اطاعت واجب ہے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ ان کی والدہ حضرت ام ایمن تھیں جو سرکار دوعالم ﷺ کو اپنے باپ کی طرف سے ورثہ میں ملی تھیں۔ گویا حضرت اسامہ ''نجیب الطرفین'' غلام تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایامِ مرض الوصال میں ایک اسلامی لشکر کی قیادت، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ اس وقت حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ۱۸ سال کے نوجوان تھے۔ حالانکہ اس وقت مہاجرین وانصار صحابہ میں بڑے بڑے خاندانوں سے تعلق رکھنے والے تجربہ کار

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۲۴۷

جرنیل صحابہ بھی موجودہ تھے لیکن رنگ ونسل اور آقا وغلام کی تمیز مٹانے والے نبی نے اپنے عمل سے ''غلاموں کو زمانے بھر کا مولیٰ کر دیا''

اس موقع پر حضرت اسامہ ﷛ کو امیر مقرر کرنے پر کچھ لوگوں (منافقین) میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ جب اس بات کی خبر حضور نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ شدت مرض کے باوجود سر پر کپڑا باندھے باہر تشریف لائے اور ان کے اعتراض کی تردید کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! اسامہ کا لشکر جلد بھیج دو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم نے اسامہ کی امارت و قیادت پر اعتراض کیا ہے تو تم اس سے پہلے اس کے باپ کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو (جو بالآخر غلط ثابت ہوا)۔ خوب سمجھ لو، اسامہ امارت کے قطعی اہل ہیں اور ان کے باپ بھی اس کے اہل ثابت ہو چکے ہیں''(۱)

حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد دور صدیقی میں، حضرت ابو بکر صدیق ﷛ نے، اسی لشکر کی قیادت جو حضور نبی اکرم ﷺ کا وصال سن کر واپس آ گیا، دوبارہ بھیجتے ہوئے حضرت اسامہ ﷛ ہی کو سپہ سالار مقرر کیا۔ اس پر کچھ صحابہ کرام نے ان کی کی نوعمری پر اعتراض کیا تو حضرت ابوبکر ﷛ جو کہ مزاج شناسِ رسول ﷺ تھے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ جس لشکر کی قیادت اور روانگی کا حکم تاجدار کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا ابوبکرؓ کی مجال نہیں کہ اس میں ترمیم و تردید کرے۔

## غزوۂ تبوک اور ایک مزدور صحابی کے ایثار کی منفرد انداز میں عزت افزائی

غزوۂ تبوک، تاریخ اسلام میں ''غزوۃ العسرۃ'' کے نام سے مشہور ہے۔ ۹ ھجری میں ہونے والا یہ غزوۂ حیات نبوی ﷺ کا آخری معرکہ تھا، جس میں تاجدار کائنات حضور نبی اکرم ﷺ نے نفس نفیس شرکت فرمائی۔ اس موقع پر اہل عرب قحط سالی اور تنگدستی کا شکار تھے۔ مسلمان ان دنوں انتہائی عسرتِ کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ وسائل نہ ہونے کے

(۱) ابن ہشام، السیرۃ البنویہ، ۲: ۶۵۰

برابر اور سواری کے جانوروں کی شدید قلت تھی جبکہ اس غزوہ میں ٹکر، اپنے وقت کی واحد سپر پاور "روم" سے ہونے والی تھی۔ حالات کی نزاکت، مالی مشکلات اور دیگر حکمتوں کے تحت سرکار دو عالم ﷺ نے خلاف معمول اس غزوہ کی تیاری اور اس کے لئے مال و اسباب جمع کرانے کی اپیل فرمائی۔ اصحاب رسولؐ نے اپنے آقا کی آواز پر دیوانہ وار لبیک کہتے ہوئے اس موقع پر ایثار و قربانی کی ایسی لازوال مثالیں قائم کیں تاریخ عالم جن کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

یہی وہ غزوہ ہے، جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ۳۰۰ اونٹ مع ساز و سامان اور ایک ہزار دینار، سپہ سالار اسلام، والی مدینہ ﷺ کی خدمت میں پیش کئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا پورا اثاثہ دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ اہل و عیال اور دوسرا حصہ لشکر اسلام کیلئے پیش کر دیا۔ اور جب باری آئی پیکر ایثار و وفا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تو انہوں نے اپنے گھر کا، پورے کا پورا، سامان سمیٹ کر بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کر کے رہتی دنیا تک ایک انمٹ مثال قائم کر دی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے تن کے کپڑے بھی اتار کر سامان میں رکھ لئے اور خود ایک بوسیدہ ٹاٹ لپیٹ کر بارگہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا

**هل ابقيت لا هلک شيئا؟ قال، ابقيت لهم الله ورسوله** (۱)

"(اے ابو بکر) اپنے گھر والوں کے لئے کیا کچھ چھوڑ آئے ہو؟ (پروانہ چراغ مصطفوی نے) جواب دیا۔ ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں"

ابو بکر کے اسی ایثار کو حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ، بانگ درا میں "صدیق" کے عنوان سے، اپنا موضوع سخن بناتے ہوئے یوں بیان کرتے ہیں:

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آ گیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار

---

(۱) حلبی، السیرة الحلبیه، ۳:۱۳۰

لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشمِ جہان میں ہو اعتبار
بولے حضور ﷺ، چاہیے فکرِ عیال بھی
کہنے لگا، وہ عشق و محبت کا رازدار
پروانے کو چراغ، ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

اسی دوران ایثار و خلوص کا ایک ایسا منظر بھی دکھائی دیا جس نے سوت کی اٹی کے ساتھ یوسف علیہ السلام کو خریدنے کی یاد تازہ کردی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی، رات بھر یہودی کا رہٹ چلاتے ہیں جس کی مزدوری میں ایک کلو کھجور پاتے ہیں۔ یہی اثاثہ بغل میں دبائے دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہوتے ہیں۔ وہاں عطیات کے ڈھیر اور سونا چاندی کی بہتات دیکھ کر دل میں کم مائیگی کا احساس ہوتا ہے۔ احساس شرمساری سے بارگاہ نبوی میں عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ! مجھے علم ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ہزاروں دینار پیش کیے۔ عمر نے گھر کا آدھا سامان اور ابو بکر نے اپنے گھر کا سارا اثاثہ آپکی نذر کر دیا ہے۔ لیکن میں ایک مزدور ہوں۔ میری رات بھر کی مزدوری ان کھجوروں کی صورت میں ہے براہِ کرم یہ نذرانہ قبول فرمائیے۔ ممکن ہے کہ یہ کھجوریں ایک آدھ سپاہی کی بھوک کا مداوا کر سکیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس غریب صحابی کا جذبہ ایثار و اخلاص دیکھا تو اس کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے بے پناہ جذبات تشکر سے اس کی خدمت کو یوں سراہا کہ اس کی ایک کلو کھجوریں، ہزاروں لاکھوں کے اس ڈھیر پر بکھیر دیں تاکہ اس کے جذبہ خلوص و ایثار کی برکت سے اللہ تعالیٰ سب کی قربانیاں قبول فرمالے۔ کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں دلوں کا اخلاص کام آتا ہے۔ ان کے دربار میں جذبہ ایمانی کی قدر و قیمت زیادہ ہے نہ کہ مال کی فروانی کی۔

## لب ہائے نبوت کا غریب مزدور کے آبلہ دار ہاتھوں کو چومنا

حضور نبی رحمت، غمگسار انسانیت ﷺ نے مزدوروں کی عزت افزائی کے لئے نہ صرف محنت کی عظمت اور کسب حلال کی اہمیت وفضیلت بیان فرمائی بلکہ عملی طور پر ان سے محبت کر کے انہیں معاشرے میں باعزت اور بلند مقام عطا فرمایا۔آپ ﷺ نے ایک طرف تو مزدوروں کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی کرتے ہوئے ان کے ایمپلائیرز (مالکان) کو یوں تلقین فرمائی

**اعطوا الا جیر ا جرہ قبل ان یجف عرقہ** (مشکواۃ المصابیح) ''مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو'' تو دوسری طرف ''الکاسبُ حبیب اللہ'' فرما کر مزدور کی عظمت و اہمیت بھی واضح فرما دی۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی، حضرت سعد الانصاریؓ، محنت مزدوری کر کے اپنا اور اہل وعیال کا پیٹ پالتے تھے۔ ایک دفعہ وہ سید دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔آپ ﷺ نے اس سے مصافحہ فرمایا تو اس کے ہاتھ کھردرے اور پھٹے ہوئے محسوس ہوئے۔ پھٹے ہوئے ہاتھوں کو دیکھ کر غریبوں کے غم خوار آقا ﷺ نے وجہ دریافت کی تو اس نے عرض کیا۔یارسول اللہ ﷺ! میں مزدور آدمی ہوں سارا دن پھاوڑے (کدال) سے محنت مزدوری کر کے اپنا اور گھروالوں کا پیٹ پالتا ہوں جس سے ہاتھوں پر آبلے پڑ گئے ہیں۔ مسکین نواز نبی ﷺ نے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا یہ وہ ہتھیلیاں ہیں جنہیں آگ نہیں چھوئے گی۔

پیغمبر رحمت کی مزدور سے محبت کا اندازہ لگائیں کہ وہ عظمتوں والا رسول، جس کے نعلین کا بوسہ عرش الٰہی لیتا ہے اور جس کی ''خاک گزر'' کو ہر اہل ایمان اپنی آنکھ کا سرمہ بنانا اپنے لیے عظیم سعادت سمجھتا ہے وہ باکمال اور عظیم نبی اپنے مبارک لبوں سے مزدور کے پھٹے ہوئے ہاتھ چوم کر اسے عظمت وعزت کے بے مثال مقام پر فائز کر دیتا ہے۔

آج کی دنیا میں، مسلمان مِل مالکان اور جاگیرداروں کو اپنے نبی کا اسوہَ پیش

نظر رکھنا چاہئے۔ ہمارے رسول ﷺ تو ان غریبوں کے ہاتھ چوم کر انہیں عزت و تکریم عطا فرمائیں اور ہم ہیں کہ انہیں عزت دینے کی بجائے ان کا استحصال کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ طبقہ اپنے بچوں کی خوراک، رہائش اور تعلیم و علاج کے اخراجات کے لئے عمر بھر مالی پریشانیوں سے دو چار رہتا ہے۔ اسی لئے اقبال نے کہا تھا:

تو قادر و مختار ہے پر تیرے جہاں میں
ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات

ایک دوسرے مقام پر ''سرمایہ و محنت'' کے نام پر علامہ، خضر کی طرف سے پیغام دیتے ہوئے یوں بیان کرتے ہیں:

دستِ دولت آفریں کو مزد یوں ملتی رہی
اہلِ ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکوٰۃ
مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

## ''لوگو! اسلام کا پیغمبر ﷺ، عطا کرتے وقت فقر سے ڈرتا ہی نہیں

### ﴿ایک ضرورت مند کو بکریوں کا ریوڑ عطا کرنا﴾

معاشی پریشانیوں میں مبتلا ایک اعرابی، بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوتا ہے اور گردش روزگار کا ذکر کرتے ہوئے امداد کا طالب ہوتا ہے۔ محبوب خدا ﷺ کا دربار، وہ کریم دربار ہے جس سے کبھی کوئی سائل خالی ہاتھ نہیں لوٹا۔ معاشی الجھنوں میں مبتلا انسانوں کی پریشانیاں دور کرنا اور محتاجوں کی حاجات پوری کرنا آپ ﷺ کا ہمیشہ شیوہ رہا۔ اتفاق سے اس روز آپ ﷺ کے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ موجود تھا جو کہ پہاڑوں کے درمیان چر رہا تھا۔ سائل کی غربت و مسکینی دیکھ کر شانِ کریمی جوش میں آئی اور سائل سے فرمایا کہ یہ سارا ریوڑ ہی لے جاؤ۔ اعرابی نے جود وسخا اور کرم و عطا کا یہ انداز زندگی

بھر کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ خوشی سے پھولے نہ سمایا۔ بکریوں کا ریوڑ لے کر اپنے قبیلہ میں واپس گیا تو حضور ﷺ کی بخشش و عنایت کا ذکر کرتے ہوئے، اس نے اپنے قبیلہ والوں کو یوں پیغام دیا:

لوگو! اسلام قبول کرلو۔ کیونکہ اسلام کا پیغمبر (ﷺ) اتنا جواد اور سخی ہے کہ جب عطا کرنے پہ آتا ہے تو کسی قسم کے فقر اور تنگدستی کا سوچتا ہی نہیں۔ (۱)

غریب نواز رسول ﷺ کی یہ غریب نوازی اور بندہ پروری صرف اس اعرابی ہی پر نہ تھی بلکہ آپ ﷺ کی ساری زندگی بے نواؤں کو نوازتے ہوئے گزری۔ ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرنا اور پریشاں حال مخلوق کی پریشانیاں دور کرنا اللہ کے محبوب نبی ﷺ کا محبوب عمل رہا۔ اس عمل کا مزید اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے جسے حافظ ابن کثیر، اپنی تصنیف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کرتے ہیں

ایک دفعہ، حضور نبی مکرم ﷺ نے کپڑے کے ایک تاجر سے چار درھم میں ایک قمیص خریدی۔ اسے زیب تن فرما کر جا رہے تھے کہ ایک انصاری راستے میں ملا۔ اس نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! مجھے ایک عدد قمیص کی ضرورت ہے۔ محسن انسانیت ﷺ نے اس کے سوال پر وہی قمیص اس انصاری کو پہنا دی اور اپنے لیے دکان سے ایک اور قمیص خرید لی۔ (۲)

حامیٔ بے کساں اور چارۂ بے چارگاں ﷺ کی اسی شانِ غریب پروری اور جود و سخا کو امام بوصیریؒ اپنے منظوم پیرائے میں یوں بیان کرتے ہیں۔

فاِنَّ مِنْ جودک الدنیا و ضرتها
ومِن علومک علم اللوح و القلمِ

(قصیدہ بردہ شریف)

---

(۱) قاضی عیاض، الشفاء، ۱:۱۱۲

(۲) حافظ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶:۴۱

باب پنجم

# حضور ﷺ کے "بے زبان مخلوق" پر احسانات

## رحمۃ للعالمین ﷺ کی جانوروں سے ہمدردی و خیرخواہی

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم رسول معظم ﷺ کو کائنات عالم میں شان رحمۃ للعالمینی کے ساتھ مبعوث فرمایا لہذا آپ ﷺ تمام جہانوں کے لیے اور سب جہان والوں کے لیے رحمت ہیں۔ آپ ﷺ کی چادرِ رحمت جس طرح عالمِ انسانیت (اپنے پرائے دوست دشمن، مومن کافر) عالم جنات اور عالم ملائکہ وغیرہ پر پھیلی ہوئی ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ عالم حیوانات کے لیے بھی سراپا رحمت و رافت دکھائی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ ''بے زبان مخلوق'' بھی سراپا مہربان نبی ﷺ کی مہربانیوں سے فیض یاب ہوتی رہی ہے۔ حضور نبی رحمت ﷺ نے اس مجبور و مقہور طبقہ مخلوق، جسے خالق کائنات نے انسانی خدمت اور نفع کے لیے پیدا کیا، پر توجہ فرما کر اس سے ہمدردی کرتے ہوئے عملاً یہ واضح فرمادیا:

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

حضور نبی رحمت ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے قبل، جانور ہر طرح کے ظلم وستم اور زیادتی کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ نہ صرف ملک عرب میں بلکہ ہر قوم اور ہر خطہ میں اس بے زبان مخلوق پر ہر طرح کا ناروا سلوک کیا جاتا تھا۔ انہیں بے انتہا اذیتیں پہنچانا، ان کے آرام و خوراک کا خیال نہ رکھنا، ان کی طاقت سے زیادہ کام لینا اور انہیں بے دریغ ہلاک کردینا روز مرہ کا معمول اور کھیل تماشا بن چکا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے دنیا میں آ کر ان بے زبانوں سے ہمدردی و خیرخواہی کرتے ہوئے ان کے بھی حقوق مقرر فرمائے۔ آپ ﷺ نے غریب جانوروں کے ساتھ ہونے والی ہر طرح کی زیادتی سے ممانعت فرمائی۔ ان کے آرام و خوراک اور ضروریات کا خیال رکھنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ کی بارگاہِ رحمت میں چرند پرند اور ہر طرح کے جانور حاضر خدمت ہوتے اور انسانوں کے مظالم کی شکایات کرتے آپ ﷺ کریمانہ انداز ان جانوروں کی داد رسی کرتے۔ کئی دفعہ

آپ ﷺ خود کہیں آتے جاتے کسی جانور پر ہونے والے ظلم و زیادتی دیکھتے تو اسی وقت منع فرما دیتے اور اپنی تعلیمات اور عمل سے اس امر کی طرف متوجہ کرتے کہ انسانوں کی طرح چرند پرند بھی اپنے پہلو میں حساس دل رکھتے ہیں جو خوشی و غمی کے واقعات سے متاثر ہوتا ہے۔ جانوروں سے ہمدردی کا یہاں پر اس لیے بھی ذکر ضروری ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ صرف انسانوں ہی کے لیے نبی نہیں بلکہ چرند پرند اور حیوانات کے بھی آپ ﷺ رسول ہیں۔ اسی لیے جانور آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر استغاثہ کرتے۔ آپ ﷺ ان کی بولی سمجھ کر ان کی داد رسی فرماتے۔

جانوروں کا طبقہ ہماری ہمدردی و نرمی کا مستحق اس لیے بھی ہے کہ یہ طبقہ قوت گویائی سے محروم ہونے کی بنا پر اپنا غم اور دکھ کسی کو سنا نہیں سکتا۔ بقول حافظ محمد سعداللہ (مؤلف غریبوں کے والی) ''غریب سے غریب اور کمزور سے کمزور انسان اپنے اوپر ہونے والی زیادتی اور ظلم کا اگر دفاع نہ کر سکے تو کم از کم ظالم کی پیٹھ پیچھے دو چار صلواتیں سنا کر بھڑاس نکال سکتا ہے یا اپنے جیسے کسی دوسرے آدمی کے سامنے داستان غم سنا کر کچھ تو اپنے غم کو ہلکا کرسکتا ہے یا اپنے حقوق کا مطالبہ کرسکتا ہے مگر بے چارے جانور تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔''

حضور رحمت دو عالم ﷺ نے جانوروں سے ہمدردی کرنے، ان کی خوراک و ضروریات کا خیال رکھنے، ان پر ظلم و زیادتی سے باز رہنے اور ان کے ہر طرح کے حقوق کی رعایت کرنے میں جو تعلیمات اور نمونہ عمل عطا فرمایا ہے۔ اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

## جانوروں کو بھوکا پیاسا رکھنے سے منع فرمانا:

اللہ رب العزت نے انسان کو اپنی عبادت و معرفت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور باقی مخلوق اس کی خدمت اور نفع رسانی پر مامور فرمائی ہے۔ یہ جانور بھی اللہ کی مخلوق اور انسان کے مملوک ہیں۔ ان کی مناسب حفاظت، آرام و سکوں اور خوراک کا خیال رکھنا انسان کی ذمہ داری ہے۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ

ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ، بھوک اور پیاس کے سبب، پیٹ سے لگی ہوئی تھی (اس کمزوری کی حالت میں دیکھ کر) نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

**اتقوا الله فی هذه البهائم المعجمه فاركبوها صالحة و كلوها صالحة (۱)**

''ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ پس تم ان پر سواری کرو اس حال میں کہ وہ سواری کے قابل ہوں اور انہیں کھاؤ اس حال میں کہ وہ کھانے کے قابل ہوں۔''

اسی طرح ساری کائنات کے ہمدرد و خیر خواہ رسول ﷺ ایک دفعہ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں پر موجود ایک اونٹ نبی رحمت ﷺ کو دیکھ کر بلبلایا اور پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے (کیونکہ وہ جانتا تھا کہ محمد ﷺ ہم سب کے نبی ہیں۔ ہم سب کے فریاد رس اور خیر خواہ ہیں اسی لیے اس نے فریاد کی۔ رحمۃ للعلمین ﷺ بھی چرند پرند حیوانات و بہائم سب کی بولیاں جانتے تھے اس لیے ان کی داد رسی کرتے۔) حضور نبی اکرم ﷺ نے اس اونٹ کی کنپٹی پر دست شفقت پھیرا تو وہ چپ ہوگیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس اونٹ کے مالک انصاری نوجوان کو بلایا اور اسے فرمایا:

**أفلا تتقی الله في هذه البهيمة التی ملک الله إياها فإنه شكى إلى انک تجيعه وقدئبه (۲)**

''کیا تو اس جانور کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتا جس کا رب کریم نے تجھے مالک بنایا ہے۔ اس اونٹ نے مجھ سے یہ شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس کو مشقت و تکلیف میں ڈالتے ہو۔''

---

(۱) ابو داؤد، السنن، ۳: ۲۳، رقم: ۲۵۴۸

(۲) ابو داؤد، السنن، ۳: ۲۳، رقم: ۲۵۴۹

(ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۱۹۶

اسی طرح آپ ﷺ نے دودھیالے جانوروں کے بچوں کی خوراک کا لحاظ کرتے ہوئے ان کا سارا دودھ دوہنے سے منع فرمایا اور ان کے تھنوں میں کچھ دودھ چھوڑنے کے عمل کو حیوانات کے ساتھ نیکی سے تعبیر فرمایا۔ ایک دفعہ آپ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو بکری کا دودھ دوہ رہا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا۔

اي فلان!إذا حلبت فابق لولدها..... (۱)

''اے فلاں جب تو بکری کا دودھ دوہے تو اس کے بچے کے لیے بھی کچھ دودھ چھوڑ دے کیونکہ یہ عمل ان جانوروں کے ساتھ نیکی میں سے ہے۔''

## بلی کو بھوکا رکھنے پر ایک عورت کو عذاب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

**عذبت امرأة فی هذه سجنتها حتی ماتت فدخلت فیها النار لاهبی اطعمتها و سقتها إذ حبستها ولاهی ترکتها تاکل من خشاش الارض** (۱)

''ایک عورت کو ایک بلی کے باندھنے کی وجہ سے عذاب ہوا۔ اس عورت نے بلی کو قید کر رکھا تھا کہ وہ اسی حالت میں (بھوکی پیاسی) مرگئی بس اس عورت کو دوزخ میں داخل کر دیا گیا۔ اس نے بلی کو نہ کھانا پانی دیا اور اسے نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھالیتی۔''

اس حدیث پاک کی روشنی میں ائمہ وفقہاء نے بلی کو کھانا پانی دیئے بغیر قید کرنا اور اسے قتل کرنا حرام قرار دیا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے مختلف جانور اپنے قبضہ میں رکھے ہوئے ہوں، انہیں چاہیے کہ وہ ان جانوروں کی خوراک اور دیگر ضروریات کا پورا پورا خیال رکھیں کیونکہ محبوس جانور کا نفقہ وحفاظت اس کے مالک کے ذمہ لازم ہے۔

---

(۱) بخاری، الصحیح، ۲: ۸۸۴، رقم: ۲۲۴۲

## کتے کو پانی پلانے پر بخشش

کتا ایک نجس جانور ہے لیکن اس کے ساتھ بھلائی اور ہمدردی کرنا کتنے اجر و ثواب کی بات ہے، اس کا اندازہ ذیل کی حدیث پاک سے لگایا جاسکتا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کو وہ بندے کتنے پسند ہیں جو اس کی دکھی مخلوق کے دکھوں کا مداوا کرتے ہیں۔ اگر دکھی جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کا یہ اجر ہے تو اشرف المخلوقات (انسان) کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کا عالم کیا ہوگا۔ حدیث پاک ملاحظہ فرما کر اپنے ایمان کو تازہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ ایک شخص کسی راستے میں جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس محسوس ہوئی اور اس نے ایک کنویں میں اتر کر پانی پیا وہ جانے لگا تو اس نے ایک پیاسے کتے کو دیکھا جو اپنی زبان باہر نکالے ہانپ رہا تھا اور شدت پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ اس شخص نے اپنی پیاس کی شدت محسوس کرکے اس پر رحم کھایا اور وہ دوبارہ کنویں میں اترا۔ اس نے اپنے موزوں میں پانی بھرا اور منہ میں پکڑ کر اوپر چڑھا اور کتے کے سامنے جا کر رکھ دیا اسے پانی پلایا۔ اللہ کریم کو اس بندے کی نیکی اتنی پسند آئی کہ اسی بنا پر اس کی بخشش فرمادی۔ صحابہ کرام ﷢ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا جانوروں کے ساتھ احسان کرنے میں بھی اجر ملتا ہے۔ فرمایا:

فی کل کبد رطبة أجر (۱)

ہر ذی روح جاندار کے ساتھ (احسان کرنے میں) اجر ہے

اس حدیث پاک سے جہاں جانوروں کے ساتھ بھلائی کرنے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے وہاں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کریم اپنے کسی بندے کے چھوٹے سے چھوٹے نیک عمل کو بھی ضائع نہیں کرتا نیز اپنے بندے کی بخشش کے لیے اس

---

(۱) بخاری، الصحیح، ۲: ۸۳۳، رقم ۲۲۳۴

کی رحمت بہانے تلاش کرتی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ

رحمت حق بہانہ می جوید، بہانمی جوید

''رحمت حق بخشش کے بہانے تلاش کرتی ہے، بخشش کی قیمت نہیں چاہتی۔''

نبی رحمت ﷺ کے دین اسلام میں جانوروں سے حسنِ سلوک اور ہمدردی کرنے میں کتنا اجر و ثواب ہے، احادیث کی کتب میں متعدد روایات ہیں اسی طرح آپ ﷺ کے پیروکاروں کے جانوروں کے ساتھ احسان و بھلائی کرنے کے واقعات سے کتب بھری پڑی ہیں ان واقعات میں سے ایک محدث کا ایک عجیب قصہ نقل کرنا چاہتا ہوں جیسے غریبوں کے والی ﷺ کے مؤلف نے ''حیواۃ الحیوان'' کے حوالہ سے رقم کیا ہے۔ واقعہ حسب ذیل ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ (فقہ و حدیث کے جلیل القدر امام) کو معلوم ہوا کہ وراء النہر کے علاقے میں ایک محدث کے پاس حضور ﷺ کی کچھ ثلاثی احادیث ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ دور دراز کا سفر کر کے اس محدث کے پاس پہنچے۔ (قرون اولیٰ میں ایک ایک حدیث پاک کی خاطر طویل مسافتیں طے کرنا ہمارے ائمہ حدیث کا معمول تھا اور ایسے کئی واقعات کتب میں ملتے ہیں کہ ایک حدیث پاک کے لیے سینکڑوں میل کے دشوار گزار اور پر خطر فاصلے طے کیے گئے) امام احمد بن حنبلؒ نے دیکھا کہ وہ شیخ ایک کتے کو کچھ کھلا رہے تھے۔

امام احمدؒ نے سلام کیا۔ شیخ سلام کا جواب دے کر پھر کتے کو کھلانے میں مصروف ہو گئے شیخ نے جب امام احمدؒ کی طرف توجہ نہ دی تو انہوں نے اس چیز کو برا محسوس کیا شیخ فارغ ہوئے تو امام احمدؒ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے۔ جب میں آپ کی بجائے کتے کی طرف متوجہ ہوا تو شاید آپ نے اس چیز کو محسوس کیا ہوگا۔ امام احمدؒ نے کہا ہاں

شیخ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ کی یہ روایت سنائی کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''جس آدمی کے پاس کوئی کسی قسم کی امید لے کر آئے اور وہ آدمی اس امید کو توڑتے ہوئے اس پر پانی پھیر دے، تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی امیدوں پر پانی پھیر دے گا اور وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

ہمارا یہ علاقہ کتوں کی سرزمین نہیں ہے۔ یہ کتا یقیناً میرے پاس کھانے پینے کی امید لے کر آیا ہے میں اس بات سے ڈرا کہ میں نے اس کی امید توڑ دی تو کہیں بروز قیامت اللہ تعالی میری امید کو بھی نہ توڑ دے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا میرے لیے یہی حدیث پاک کافی ہے اور پھر وہ واپس آ گئے۔ (۱)

## جانوروں کو پریشان کرنے، باندھ کر نشانہ بازی کرنے اور بلا ضرورت مارنے کی ممانعت

حضور نبی اکرم ﷺ نے جانوروں کو بلا ضرورت مارنے، انہیں باندھ کر نشانہ بازی کرنے اور پریشان کرنے سے منع فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ ایسے اعمال کی قیامت کے روز جوابدہی ہوگی اور یہ عذاب کا باعث ہوں گے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ جانوروں کو طرح طرح کی اذیتیں دیتے انہیں ایک جگہ باندھ کر مشق ستم بناتے۔ رحمٰن رب کے رحیم نبی نے اس ظالمانہ فعل سے منع فرما دیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کچھ لڑکوں کو دیکھا وہ ایک مرغی کو باندھ کر اس پر تیروں سے نشانہ بازی کر رہے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

**نهى النبي ﷺ أن تصبر البهائم** (۲)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔‘‘

اسی طرح سنن نسائی کی ایک حدیث پاک کے مطابق جس آدمی نے کسی چڑیا کو

---

(۱) الدمیری، حیواۃ الحیوان، ۱: ۲۸۴، بحوالہ غریبوں کے والی از حافظ محمد سعداللہ، ۳۱۴

(۲) بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۰۰، رقم: ۵۱۹۴

کھیل کود اور مذاق میں فضول مار دیا تو وہ قیامت کے روز اللہ کے حضور میں استغاثہ کرے گی اور عرض کرے گی کہ اے بار الہا! فلاں آدمی نے مجھے فضول مارا (نہ مجھے ذبح کیا نہ مجھے کھایا ایسے ہی مار کر پھینک دیا) میرے مارنے میں اس کا کوئی نفع نہ تھا۔

اسی طرح نبی رحمت ﷺ نے جانوروں کو گالی گلوچ دینے اور ان پر لعنت کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے ایسے شخص پر بھی لعنت فرمائی ہے جو جانوروں کو باندھ کر نشانہ بازی کرتے اور انہیں تکلیف پہنچاتے ہیں۔ سراپا رحم و کرم نبی ﷺ نے حیوانات کے چہروں کو بھی قابل احترام ٹھہرایا ہے۔ آپ نے ان کے چہروں پر مارنے اور ان کے منہ پر داغنے سے ممانعت فرمائی ہے۔

## جانوروں کو جلانے کی ممانعت

خالق کائنات کی تمام مخلوق اس کے لیے کنبہ کی حیثیت رکھتی ہے جس طرح کسی گھر کے سربراہ کو یہ بات ناگوار گزرتی ہے کہ اس کے اہل وعیال میں سے کوئی ان پر ظلم و ستم کرے۔ اسی طرح اللہ پاک بھی ایسے لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو اس کی مخلوق کو اذیت پہنچاتے ہیں بے زبان جانور بھی اس کی مخلوق ہے انہیں بلاوجہ ہلاک کرنا بہت سنگین جرم ہے یہاں تک اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک پیارے پیغمبر کو ایک دفعہ چیونٹیوں کو جلانے پر تنبیہ فرمائی۔ صحیح بخاری کی حدیث پاک ملاحظہ ہوں

حضرت سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کرام میں سے اللہ کے ایک نبی ایک درخت کے نیچے اترے تو ایک چیونٹی نے انہیں کاٹ لیا۔ اس پر انہوں نے ساری چیونٹیوں کی رہائش کو آگ لگادی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی کے ذریعے تنبیہ فرمائی۔

**فاوحی اللہ الیہ ان قرصتک نملة أحرقت أمة من الامم تسبح**(۱)

''اللہ تعالیٰ نے اس (پیغمبر) کی طرف وحی کی کہ تجھے ایک چیونٹی نے کاٹا تھا تو تم نے پوری رہائش کو آگ لگادی حالانکہ وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔''

سابقہ شرائع میں کسی جانور کو آگ کی سزا دینا جائز تو تھا لیکن حدیث پاک کا مفہوم یہ بتا رہا تھا کہ قصور ایک چیونٹی کا تھا باقی چیونٹیوں کو سزا کیوں دی۔ یعنی کسی جانور کو بلا وجہ مارنا جائز نہیں۔ شریعت محمدی میں آگ میں جلانے کی سزا ممنوع قرار پا گئی ہے۔ اس لیے اب جانوروں کو جلانا جائز نہیں۔ کیونکہ ایک سفر میں صحابہ کرام ﷡ نے چیونٹیوں کے ایک بل میں آگ لگا دی تھی۔ جس سے چیونٹیاں جل گئیں۔ رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا آگ کی سزا دینا صرف آگ کے پروردگار ہی کے لیے سزاوار ہے۔

## (س) بے ضرر جانوروں کو مارنے کی اجازت نہیں

جانور دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو انسانوں اور ان کی خوراک اور فصلوں وغیرہ کے لیے نقصان دہ ہوتے ہیں اور دوسری قسم ان جانوروں کی ہوتی ہے جو انسان کو نقصان نہیں پہنچاتے بلکہ وہ اپنے خالق و رازق کی عطا کردہ روزی پر گزارہ کرتے ہیں۔ پہلی قسم کے موذی جانوروں اور نقصان دہ کیڑوں مکوڑوں کو مار دینے کی اجازت ہے جبکہ دوسری قسم کے بے ضرر جانوروں کو مارنے کی اجازت نہیں۔

سنن ابی داؤد کی ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ ابن عباس ﷛ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے چار جانوروں کو مارنے سے منع فرمایا۔ روایت کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

**نھی رسول اللہ ﷺ عن قتل أربع من دواب النملة والنحلة والھد ھد والصرد**(۲)

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الجھاد والسیر، ۳: ۱۰۹۹ رقم: ۲۸۵۶

(۲) ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۶۷۔ رقم ۵۲۶۷

''حضور نبی اکرم ﷺ نے چار جانوروں، چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور صرد (ایک پرندہ جو کیڑوں کو کھاتا اور چڑیا کا شکار کرتا ہے) کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔''

اسی طرح ایک روایت کے مطابق رحمت دو عالم ﷺ نے مینڈک کے مارنے سے منع فرمایا۔ ابو داؤد نے اپنی سنن میں ایک صحابیہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ میں نے رسول مقبول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں پریشان نہ کیا کرو۔ (۱)

## رحمت عالم ﷺ کی جناب میں پرندے کی فریاد

حضور نبی رحمت ﷺ کے دامن شفقت میں نہ صرف جن و انس بلکہ چرند و پرند بھی پناہ ڈھونڈتے تھے۔ اللہ رب العزت کی تمام مخلوقات' بارگاہ نبوی ﷺ میں اپنی حاجات پیش کرتیں اور من کی داد پاتیں۔ رحمۃ اللعالمین ﷺ سب سے ہمدردی کرتے اور انہیں مصائب و تکالیف سے نجات عطا فرماتے۔

ایک دفعہ ایک پرندے کے انڈے چرالے گئے۔ وہ پرندہ رحمت دو عالم ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضری کی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔ شکایت درج کروائی اور انڈے واپس دلانے کی استدعا کی۔ (بعض روایات کے مطابق اس پرندے کے دو بچے تھے جو ایک صحابی نے اٹھالیے تو پرندہ پریشانی کے عالم میں صحابہ کے سروں پر منڈلاتا ہوا بارگاہ نبوی ﷺ میں فریاد کناں ہوا)۔ ساری کائنات کے نبی ﷺ نے پرندے کی فریاد سن کر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تم میں سے کس نے اس پرندے کے انڈے اٹھائے ہیں؟۔ ایک شخص نے اعتراف کیا کہ میں نے اٹھائے ہیں۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے اس شخص کو حکم دیا کہ وہ انڈے اسی جگہ پر رکھ دے جہاں سے اٹھائے تھے۔ تعمیل ارشاد کرتے ہوئے صحابی نے انڈے مقررہ جگہ پر رکھ دیئے اس طرح وہ پرندہ بارگاہ نبوی سے دامن آرزو بھر کر لوٹا۔ (۲)

---

(۱) ابوداؤد، السنن، ۲: ۳۹۲

(۲) حلبی، السیرۃ النبویۃ، ۳: ۲۸۴

## ایک ہرنی سے رحمت دو عالم کی ہمدردی اور اس کا ایفائے عہد

جان دو عالم، رحمت مجسم، حضور ﷺ ساری کائنات کے نجات دہندہ اور ملجا و ماویٰ بن کر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی شفقت و رحمت کی چادر مخلوقات عالم کے ہر طبقہ پر پھیلی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے مجبور و مقہور بے زبان جانوروں کے ساتھ جس انداز سے ہمدردی اور حسن سلوک کیا اس کی مثال کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ کتب سیرت میں اکثر سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کے معجزات کی بحث میں ایک ہرنی کا واقعہ لکھا ہے جو آپ ﷺ کی ضمانت پر اپنے بچوں کو دودھ پلانے گئی اور پھر ایفائے عہد کرتے ہوئے واپس حاضر ہوگئی۔

سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی آخر الزماں ﷺ ایک مرتبہ کسی قوم کے پاس سے گزرے۔ آپ ﷺ نے ایک ہرنی کو دیکھا جسے باندھا ہوا تھا۔ وہ ہرنی بارگاہِ سرور کائنات میں عرض گزار ہوئی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں شکار میں پکڑی گئی ہوں میرے دو ننھے منھے بچے جنگل میں بھوکے پیاسے ہیں۔ حضور! آپ اجازت دیں تو میں انہیں دودھ پلا آؤں۔ ہرنی کی فریاد سن کر ساری کائنات کے غمگسار اور مہربان آقا ﷺ نے باآواز بلند دریافت فرمایا کہ اس ہرنی کا مالک کون ہے؟ مالک پیش خدمت ہوا تو سرکار دو عالم ﷺ نے ہرنی سے ہمدردی کرتے ہوئے اس کے مالک سے فرمایا۔

خلو عنها حتى تاتى خشفيها ترضعهما و ترجع إليكم

"اسے چھوڑ دو تاکہ یہ اپنے بچوں کو دودھ پلا آئے اور یہ تمہارے پاس واپس آ جائے گی۔"

سرکار دوجہاں ﷺ کی ضمانت پر ہرنی کے مالک نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ ہرنی تھوڑی دیر کے بعد اپنے بچوں کو دودھ پلا کر ایفائے عہد کرتی ہوئی واپس بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوگئی مالک نے اسے دوبارہ باندھ لیا۔

حضرت زید بن ارقم ﷺ کی روایت کے مطابق ہرنی کو باندھنے والا ایک اعرابی تھا جس کے متعلق ہرنی نے اس انداز سے بارگاہ رحمت دو عالم میں شکایت کی کہ اس اعرابی نے مجھے شکار کیا ہے میرے دو بچے جنگل میں ہیں۔ اب میرے تھنوں میں دودھ گاڑھا ہو رہا ہے۔ یہ اعرابی نہ تو مجھے ذبح کرتا ہے کہ میں اس تکلیف سے نجات پاؤں اور نہ مجھے چھوڑتا ہے کہ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا آؤں۔ حضور ﷺ کی ضمانت پر اعرابی نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلا کر اپنا منہ چاٹتی ہوئی واپس آ گئی۔

سرکار دو عالم ﷺ دوسری مرتبہ پھر اسی مقام سے گزرے تو دیکھا کہ ہرنی بندھی ہوئی ہے آپ ﷺ کے دل میں جذبۂ رحم پیدا ہوا۔ ہرنی کو آزاد کرانے کے لیے آپ ﷺ نے اس کے مالک (اعرابی) سے فرمایا کہ کیا تو اس ہرنی کو بیچے گا۔ اس خوش بخت نے عرض کیا: یہ بطور ہدیہ پیش خدمت ہے۔ آپ ﷺ نے اس ہرنی کو آزاد کر دیا۔ وہ جنگل میں چلی گئی۔ ایک صحابی نے اسے جنگل میں تسبیح اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (۱)

القول البدیع میں اس واقعہ سے متعلق یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جب ہرنی اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ گئی تو جبریل امین علیہ السلام بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا حبیب اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم میں آپ کی امت کے ساتھ اس سے بھی زیادہ شفیق اور مہربان ہوں جیسے ہرنی کو اپنی اولاد کے ساتھ شفقت ہے اور میں آپ کی امت کو آپ کی طرف یوں لوٹا دوں گا جیسے یہ (ہرنی) آپ کی طرف لوٹ کر آ گئی ہے۔ (۲)

مذکورہ بالا واقعہ سے ایک تو یہ پتہ چلتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ جانوروں پر کس قدر مہربان تھے دوسرا یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہرنی کا آپ ﷺ سے ہم کلام ہونا اور

(۱) ۱۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۲۸۴

۲۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۲۹۷

(۲) سخاوی، القول البدیع، ۱۴۸

آپ ﷺ کی ضمانت پر بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ جانا، یہ حضور ﷺ کے معجزات میں سے ہے۔ مزید برآں اس ہرنی کا اپنے بچوں کی فکر کرنا یہ اس کی وہ مامتا ہے جو نہ صرف انسانوں میں بلکہ ہر چرند پرند میں بھی اللہ پاک نے پیدا کی ہے۔ اسی سے مخلوق کی پرورش کا نظام قائم ہے۔ لیکن سرکار دو عالم ﷺ کی وہ شفقت و محبت جو آپ ﷺ کو اپنے امتیوں سے ہے اس کے مقابلہ میں ہزاروں لاکھوں مامتائیں اور باپ کی شفقتیں ھیچ دکھائی دیتی ہیں۔ اور حضور نبی رحمت محسن کائنات باعث ایجادات ﷺ کائنات عالم کے سب سے بڑے ہمدرد، خیر خواہ غمخوار اور محسن دکھائی دیتے ہیں۔

## ایک کبوتر کے ساتھ ''فاتح مصر'' کے رحمدلانہ سلوک کا ایک عجیب واقعہ

حضور رحمت عالم، غمخوار اعظم ﷺ کے جانوروں کے ساتھ ہمدردانہ و رحمدلانہ سلوک کے تذکرہ کے ساتھ تھوڑا سا ذکر اس مقدس جماعت کے افراد کے عمل کا بھی بے جانہ ہوگا جنہوں نے صحبت نبوی میں رہ کر تربیت حاصل کی۔ صرف نمونہ کے طور پر فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ایک کبوتر کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کا واقعہ رقم کیا جاتا ہے جسے مولانا معین الدین ندوی نے ''معجم البلدان'' کے حوالہ اپنی تصنیف خلفائے راشدین میں اور محمود احمد ظفر نے ''سیرت عمر فاروق'' میں لکھا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے عہد میں نئے نئے شہر بسائے جا رہے ہے۔ ان نئے شہروں میں سے ایک شہر ''فسطاط'' آباد کیا گیا جو کہ دریائے نیل اور جبل مقطم کے درمیان ایک میدان میں آباد کیا گیا۔ اس مقام پر فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اثنائے جنگ پڑاؤ کیا۔ یہاں مختلف خیمے لگائے گئے تھے اتفاق سے ایک کبوتر نے فاتح مصر کے خیمہ میں اپنا گھونسلا بنالیا۔ جب لشکر یہاں سے کوچ کرنے لگا تو مختلف خیمے اکھاڑے جانے لگے لیکن حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کبوتر سے ہمدردی کرتے ہوئے قصداً اس خیمے کو چھوڑ دیا تاکہ اس مہمان کو تکلیف نہ ہو۔ مصر کی تسخیر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی میدان میں ایک شہر آباد

کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عمرو بن العاص ﷛ نے امیر المؤمنین ﷛ کے حکم پر یہاں شہر بسایا۔ چونکہ خیمہ کو عربی زبان میں فسطاط کہتے ہیں اور یہ شہر اس خیمہ والے میدان میں بسایا گیا تو اس شہر کا نام ''فسطاط'' قرار پایا۔ (۱)

## کرو مہربانی تم اہل زمین پر

اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا خالق و مالک ہے اور اس کی مخلوق حدیث نبوی الخلق عیال اللہ کے تحت اس کا کنبہ ہے۔ پس اس کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ پیارا اور پسندیدہ وہ شخص ہوگا جو ''فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ'' کے تحت اس کی مخلوق سے نیکی، بھلائی، ہمدردی اور خیر خواہی کرنے میں دوسروں سے مقدم ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق سے جتنی محبت و رحمت ہے اس کا مقابلہ نہ باپ کی شفقت کرسکتی ہے نہ ماں کی ماما۔ اگر کسی شخص کی اولاد سے کوئی بغض رکھے یا انہیں دکھ پہنچائے تو وہ اس شخص کی لاکھ اطاعت و فرمانبرداری کے باوجود اس کی نظروں میں محبوب و پسندیدہ نہیں بن سکتا۔ اسی طرح ایک شخص اللہ تعالیٰ کی لاکھ اطاعت و بندگی کرے نماز، روزہ میں اسے کمال کا مقام حاصل ہو لیکن مخلوق خدا کی ہمدردی و غمگساری کے بغیر وہ شخص محبوب خدا نہیں بن سکتا۔ اگر کوئی چاہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنا رحم و کرم، لطف و مہربانی اور فضل و احسان فرمائے تو اس کا راستہ یہ ہے کہ وہ شخص مخلوق خدا کے لیے سراپا احسان و ہمدردی بن جائے کیونکہ محسن انسانیت ﷺ کا فرمان ہے۔

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (۲)

''تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔''

شیخ سعدیؒ کے بقول وہ شخص جو دوسروں کے غم سے بے فکر ہو، اسے آدمی نہیں کہنا چاہیے فرماتے ہیں۔

(۱) حموی، معجم البلدان، ۴: ۲۶۳

(۲) ترمذی، السنن، ۴: ۳۲۳، رقم: ۱۹۲۴

اے کہ تو از غم دیگراں بے گمی
نہ شاید کرنا مت تہند آدمی

(شیخ سعدیؒ)

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم آفتاب کی طرح شفیق بن جائیں جو دوست دشمن ہر ایک پر یکساں چمکتا ہے اور زمین کی طرح متواضع بن جائیں جس پر تمام مخلوق قدم رکھتی ہے دریا کی طرح سخی بن جائیں جو ہر ایک کو نوازتا ہے اور بادل کی طرح سراپا کرم بن جائیں جو ساری مخلوقات پر برستا ہے پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت و بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی ساری مخلوق کے لیے سراپا ہمدرد اور مجسمِ رحم و کرم بن جائیں۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

## عالم جمادات: روتے ہوئے خشک ستون کو چپ کرانا (استنِ حنانہ)

مدینہ طیبہ کے ابتدائی دور میں، حضور سید العالمین وامام المرسلین ﷺ مسجد نبوی شریف میں واقع کھجور کے ایک خشک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے دیکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ کو کافی دیر کھڑے رہنا پڑتا ہے جس سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی ہوگی۔ ایک دن ایک صحابی، جس کا بیٹا بڑھئی تھا، نے بارگاہ نبوی ﷺ میں منبر بنانے کی درخواست کی۔ غلاموں کی دلجوئی کرنے والے آقا ﷺ نے اپنے غلام صحابی کی درخواست قبول فرمالی۔ چنانچہ مسجد نبوی میں

آپ ﷺ کے لئے منبر تیار کرلیا گیا۔

سرکارِ دو جہاں ﷺ نے اس منبر پر خطبہ دینا شروع کیا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری کہ اس تنے سے، جس کے ساتھ کھڑے ہو کر سرکار ﷺ وعظ فرماتے تھے، ہجر

مصطفیٰ ﷺ میں گریہ زاری کی آوازیں آنے لگیں۔ تاجدارِ کائنات نے جب یہ کیفیت دیکھی تو آپ ﷺ منبر سے اتر کر اس ستون کے پاس تشریف لائے اور چھوٹے بچے کی طرح اسے اپنے سینے سے لگالیا۔ اسے اپنے دستِ شفقت سے تھپکی دی۔ وہ بچوں کی طرح سسکیاں بھرتے ہوئے چپ ہو گیا۔ صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی حدیث پاک ہے

**فلما كان يوم الجمعة دفع الى المنبر فصاحت النخلة صياح الصبي ثم نزل النبي ﷺ فضمها اليه تئن انين الصبيى الذى يسكن (١)**

''جب جمعہ کے روز، آپ ﷺ منبر سے اتر کر اس کے قریب کھڑے ہو گئے اور اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔ (جس طرح روتے ہوئے بچے کو منایا جاتا ہے) چنانچہ وہ تنا بچوں کی طرح سسکیاں لیتا خاموش ہو گیا۔''

حضرت انس بن مالکؓ کی روایت کے مطابق وہ تنا اس طرح رویا جس طرح کوئی اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے۔ (۲)

صحابہ کرام فرماتے ہیں۔ اگر سرکارِ دو عالم ﷺ اس ستون کو بانہوں میں لے کر چپ نہ کراتے تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔ (۳)

بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ حکم رسول ﷺ سے جب اس خشک ستون نے خاموشی اختیار کی تو تاجدار ﷺ نے اسے اختیار دیا کہ تجھے اسی جگہ پر، جہاں تو پہلے تھا، درخت کی صورت میں لگا دیا جائے یا اگر تو چاہے تو تجھے جنت میں لگا دیا جائے۔ تو جنتی انہار کے پانی سے سیراب ہو اور مقربانِ خدا تیرے پھل سے استفادہ کریں۔ اس پر

---

۱) بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، علامات النبوۃ فی الاسلام، ۳:۱۳۱۴ رقم: ۳۳۹۱

(۲) دارمی، السنن، ۱:۳۰، رقم: ۳۴

(۳) احمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۶۳

اس نے دارِ فنا کی بجائے دارِ بقاء کو پسند کیا یعنی جنت میں جانا پسند کر لیا۔ (۱)

اس واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ ہجرِ رسول میں تڑپنا صرف ذی روح انسانوں ہی کا اعزاز نہیں بلکہ جمادات و نباتات بھی نبی العالمین ﷺ کی محبت کا شعور رکھتے ہیں کیونکہ قادر مطلق نے اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کو اولادِ آدم ہی کے لئے نہیں بلکہ ساری کائنات کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کا کرم، جن و بشر کی طرح شجر و حجر کے لئے بھی عام ہے۔ اس لئے کائنات کا ذرہ ذرہ رسول کائنات ﷺ کی محبت میں سرشار ہے اور جدائی کا ایک ایک لمحہ ان پر گراں گزرتا ہے۔

استن حنانہ کا یہ واقعہ پڑھ کر حضرت امام حسن بصریؒ پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپؒ جب یہ حدیث سنتے تو زار و قطار روتے۔ فرمایا کرتے اے اللہ کے بندو! لکڑی فراقِ محبوب میں روتی ہے۔ تم اس سے زیادہ حقدار ہو کہ آپ ﷺ کی ملاقات کا شوق رکھو۔ (اور ہجر نبی میں رویا کرو) (۲)

کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد ﷺ کا نور ہے

## استنِ حنانہ کا پیغام...... بزبانِ مثنوی مولائے رومؒ

غریقِ بحرِ وحدت حضرت مولانا رومؒ نے ''استنِ حنانہ'' کا واقعہ اپنے پیار بھرے اشعار میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

استن حنانہ در ہجرِ رسول
نالہ می زد ہمچوں اربابِ عقول

(۱) ا۔دارمی، السنن، ۱:۲۳
۲۔ شیخ نورالدین،وفاء الوفا،۲:۳۹۰
(۲) شیخ نورالدین، وفاء الوفا،۲:۳۹۰

(کھجور کا تنا، رسول پاک ﷺ کے ہجر و فراق میں اس طرح رویا جس طرح عقل مند (انسان) روتے ہیں)

درمیان مجلس وعظ آنچناں
کزوے آگاہ گشت ہم پیر و جواں

(وہ اس مجلس وعظ میں اس طرح رویا کہ تمام اہل مجلس، بوڑھے جوان سب کو خبر ہوگئی)

در تحیر ماند اصحاب رسول ﷺ
کز چہ مے نالد ستون با عرض وطول

(تمام صحابہ حیران ہوئے کہ یہ ستون کس سبب سے گریہ کناں ہے)

گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستون
گفت جانم از فراقت گشت خوں

(پیغمبر ﷺ نے فرمایا: اے ستون! تو کیا چاہتا ہے؟ عرض کی، میری جان آپ کے فراق میں خون ہوگئی ہے)

از فراق تو مرا چوں سوخت جاں
چوں نہ نالم بے تو اے جان جہاں

(آقا! تیرے فراق میں جل گیا ہوں۔ اے جان جہاں! اب کیسے رونا بند ہو)

مسندت من بودم از من تاختی
بر سر منبر تو مسند ساختی

(پہلے تو میں آپ کی مسند تھا، آپ نے مجھ سے کنارہ کش ہو کہ منبر کو مسند بنا لیا)

پس رسولش گفت کای نیکودرخت
اے شدہ باسر تو ھمراز بخت
گر ہمے خواہی ترا نخلے کنند
شرقی و غربی ز تو میوہ چنند

(آپ ﷺ نے فرمایا: اے وہ درخت جس کے باطن میں خوش بختی ہے، اگر تو چاہے تو تجھ کو پھر ہری بھری کھجور بنا دیں حتی کہ مشرق ومغرب کے لوگ تیرا پھل کھائیں)

یا دراں عالم حقت سروے کند
تا تروتازہ بمانی تا ابد

(یا اللہ تعالیٰ تجھے اگلے جہاں، بہشت کا سرو بنادے تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تروتازہ رہے)

گفت آں خواہم کہ دائم شد بقاش
بشنو اے غافل کم از چوبے مباش

(اس نے عرض کیا: میں وہ بننا چاہتا ہوں جو ہمیشہ رہے۔ اے غافل! تو بھی بیدار ہو اور ایک خشک لکڑی سے پیچھے نہ رہ جا یعنی جب ایک لکڑی دار بقاء کی طلب گار ہے تو انسان کو بطریق اولیٰ اس کی خواہش اور آرزو کرنی چاہیے)

آں ستوں را دفن کرد اندر زمین
تا چو مردم حشر گردد یوم دیں

(اس ستوں کو زمین میں دفن کردیا گیا تاکہ قیامت کے دن اسے انسانوں کی طرح اٹھایا جائے)(۱)

(۱) مولائے روم، مثنوی شریف، دفتر اوّل ۵۶

# سلام

سلام اُس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اُس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

سلام اُس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی، نہ سونا تھا
سلام اُس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

سلام اُس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اُس پر ہوا مجروح، جو بازارِ طائف میں

سلام اُس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اُس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا

درود اس پر کہ جو ماہر کی امیدوں کا ملجا ہے
درود اس پر کہ جس کا دونوں عالم میں سہارا ہے

(ماہر القادری)

# مآخذ و مراجع


۱۔ القرآن الحکیم

۲۔ ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (م۲۳۵ھ)۔ المصنف۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۳۔ ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (م۷۷۴ھ)۔ البدایہ و النہایہ۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ۔۔

۵۔ ابن ماجہ، ابوعبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (م۲۷۳ھ)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ۔

۶۔ ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک حمیری (م۲۱۳ھ)۔ السیرۃ النبویہ۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۱ھ۔

۷۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی (م ۲۷۵ھ)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ۔

۸۔ ابو علاء مبارکپوری، محمد عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم (م۱۳۵۳ھ)۔ تحفۃ الاحوذی۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۹۔ احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ بن محمد (م۲۴۱ھ)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ۔

۱۰۔ احمد رضا، مولانا احمد رضا خان بریلوی، (۱۴۴۰ھ) حدائقِ بخشش۔ کراچی، پاکستان، مکتبہ المدینہ۔

۱۱۔ احمد رضا، مولانا احمد رضا خان بریلوی، (۱۴۴۰ھ)، کنزالایمان۔ لاہور، پاکستان، تاج کمپنی۔

۱۲۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۲۵۶ھ)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان، دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۰۱ھ۔

۱۳۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (م۴۵۸ھ)۔ السنن الکبریٰ۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ۔

۱۴۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (م۲۷۹ھ)۔ الجامع الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۱۵۔ حلبی، علی بن برہان الدین (م۱۴۰۴ھ)۔ السیرۃ الحلبیۃ، بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۰۰ھ۔

۱۶۔ حموی،ابو عبداللہ ،یاقوت بن عبداللہ الحموی(۶۲۶ھ) معجم البلدان ،بیروت،لبنان،دارالفکر

۱۷۔ حفیظ جالندھری، شاہنامہ، اسلام،لاہور پاکستان

۱۸۔ خطیب تبریزی، امام محمد بن عبد اللہ الخطیب تبریزی، (۷۴۲ھ) مشکوۃ المصابیح، کراچی: قدیمی کتب خانہ، ۱۳۶۸ھ۔

۱۹۔ دارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (م۲۵۵ھ)۔ السنن، بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۲۰۔ دار قطنی، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (م۔۳۸۵ھ)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء۔

۲۱۔ رازی، محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی تیمی (م۶۰۶ھ)۔ التفسیر الکبیر۔ تہران، ایران: دار الکتب العلمیہ۔

۲۲۔ سعیدی، علامہ غلام رسول سعیدی،شرح صحیح مسلم،لاہور پاکستان،فرید بک سٹال

۲۳۔ سمہودی، نور الدین علی بن احمد، المصری (م ۹۱۱ھ)۔ وفاء الوفا باخبار دارالمصطفی ۔مصر: مطبعۃ السعادۃ،۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء۔

۲۴۔ صالحی، ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف شامی (م۹۴۲ھ)۔ سبل الہدیٰ والرشاد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ ،۱۴۱۴ھ۔

۲۵۔ قاضی عیاض، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض

بن محمد بن موسیٰ بن عیاض یحصبی (۔۵۴۴ھ/۱۰۸۳۔۱۱۴۹ء)۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی۔

۲۶۔ قسطلانی، ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن حسین بن علی (۸۵۱۔۹۲۳ھ/ ۱۴۴۸۔۱۵۱۷ء)۔ المواہب اللدنیہ۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء۔

۲۷۔ مالک، ابن انس بن مالک رضی اللہ عنہ بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (۹۳۔ ۱۷۹ھ/۷۱۲۔۷۹۵ء)۔ الموطا۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء۔

۲۸۔ محمد اقبال، علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷۔۱۹۳۸ء)۔ کلیات۔ لاہور، پاکستان: شیخ غلام نبی اینڈ سنز، ۱۹۸۹ء۔

۲۹۔ محمد کرم شاہ الازہری، جسٹس پیر (۱۴۱۸ھ)، ضیاء القرآن، لاہور، پاکستان، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

۳۰۔ محمد کرم شاہ الازہری، جسٹس پیر (۱۴۱۸ھ)، ضیاء النبی، لاہور، پاکستان، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

۳۱۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن، لاہور، پاکستان، منہاج القرآن پبلی کیشنز

۳۲۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، تفسیر منہاج القرآن، لاہور، پاکستان، منہاج القرآن پبلی کیشنز

۳۳۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، اسلامی فلسفہ زندگی، لاہور، پاکستان، منہاج القرآن پبلی کیشنز

۳۴۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، سیرۃ الرسول لاہور، پاکستان منہاج القرآن پبلی کیشنز

۳۵۔ مفتی محمد امین، فقیہ عصر، البرہان، فیصل آباد، مکتبہ سلطانیہ، ۱۴۱۷ھ

۳۶۔ محمد سعداللہ، حافظ، غریبوں کے والی، لاہور دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری ۱۹۹۹ء

۳۷۔ محمد سعداللہ، حافظ، وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والے، لاہور دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری ۱۹۹۹ء۔

۳۸۔ مسلم، ابوالحسین ابن الحجاج بن مسلم بن قشیری (۲۰۶۔ ۲۶۱ھ/۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ الصحیح ۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۳۹۔ ملا علی قاری، نور الدین بن سلطان محمد ہروی حنفی (م ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۶ء)۔ شرح الشفا۔ مصر: ۱۳۰۹ھ۔

۴۰۔ مولائے روم، محمد جلال الدین بن بہاؤالدین رومی (۶۰۴ھ۔۶۷۲ھ)، مثنوی معنوی،

۴۱۔ نسائی، احمد بن شعیب (۲۱۵۔۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء۔

۴۲۔ نسائی، احمد بن شعیب (۲۱۵۔۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ السنن الکبریٰ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۴۳۔ ہندی، حسام الدین علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ کنز العمال۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۹۔

۴۴۔ ہیثمی، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/۱۳۳۵۔۱۴۰۵ء)۔ مجمع الزوائد۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء۔

## مؤلف کتاب ھذا کی دیگر تالیفات

### غمگسار عالم ﷺ

حضور نبی اکرم ﷺ کی انسانی غمگساری اور فکرِ امت کا ایمان افروز بیان جس میں امت مسلمہ اور امت دعوت کی خیر خواہی، دین و دنیا میں بھلائی اور حضور ﷺ کی شفقتوں کا فکر انگیز تذکرہ ہے۔

### روشن ستارے

فیصل آباد کے علماء و مشائخ اور صوفیاء و اولیاء کی حیات، تعلیمات اور خدمات کا بیان جو کہ ایک لحاظ سے علاقہ فیصل آباد کی ایک علمی تاریخ ہے۔

### صلوۃ کوئز

نماز کے مسائل و احکام پر عام فہم اور دلچسپ انداز میں سوال و جواب کی صورت میں ایک مجموعہ جس کے ضمیمہ میں آداب نماز اور مسنون اذکار و دعائیں ہیں۔

### امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

جگر گوشہ شہید کربلا حضرت امام زین العابدین کی سیرت، عبادت، فضائل اور مناجات کا بیان

### تصوف اور انسان دوستی

تصوف کا معنی و مفہوم، ضرورت و اہمیت، انسان دوستی کا مقام اور صوفیاء کی انسان دوستی کے واقعات کا بیان

### ملنے کے پتے:

☆ مرکزی سیل سنٹر ادارہ منہاج القرآن 365-ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

☆ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز اردو بازار کراچی

☆ مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی

☆ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی